در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت پشاور

شاہ محمد غوث الیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۱۹۰-۱۹۱ — جلد نمبر ۱۶

۱۶ ستمبر تا ۱۵ اکتوبر سنہ ۲۰۰۰ء — رجب المرجب سنہ ۱۴۲۱ھ

مدیر اعلیٰ (فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کر کے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

فہرست

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	اقبال ریاض	۲
۲	نعت پاک	ابو اللیث قریشی	۴
۳	تفسیر القرآن الحسنیہ	مدیر اعلیٰ	۵
۴	احکام شب برأت و رمضان المبارک کے برکات	علامہ حافظ علی احمد جان رحمۃ اللہ علیہ	۷
۵	نعت شریف	حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷
۶	روزے کے احکام	مدیر اعلیٰ	۱۸
۷	غزل	مولانا حسرت موہانی	۲۹
۸	حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ	رانا غلام سرور	۳۰
۹	غزل	علامہ محمد اقبال	۵۰
۱۰	وحدت الوجود اور شریعت مطہرہ	ڈاکٹر عطاء اللہ جلوی	۵۱
۱۱	استفتاء (بر کتاب "بایزید انصاری")	مفتی خلیل الرحمٰن قادری	۵۵

شذرہ

جدید تعلیم اور وقت کے تقاضے

اقبال ریاض

صوبائی وزیر تعلیم سید امتیاز حسین گیلانی نے حال ہی میں ایک تقریب کے دوران کہا ہے کہ جدید تعلیم کے تقاضوں کے پیشِ نظر آئندہ آٹھویں جماعت سے ذریعہ تعلیم انگریزی میں کر دیا جائے گا۔ جہاں تک وزیر تعلیم کے اس اعلان کا تعلق ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ انگریزی ایک بین الاقوامی زبان ہے۔ موجودہ دور میں اس کی اہمیت بھی مسلمہ ہے لیکن اس سلسلہ میں یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ ہم اپنی مادری اور قومی زبان کو پس پشت ڈال کر وہ مقاصد حاصل نہیں کر سکتے کہ جس کی امید انگریزی کو ذریعہ تعلیم بنانے کے بعد کی جا رہی ہے۔

پاکستان کے حصول کا مقصد صرف یہی نہیں تھا کہ ہم محض ایک علیحدہ ملک حاصل کر لیں بلکہ یہ ملک اس لئے حاصل کیا گیا تھا کہ ہمیں ایک بڑی اکثریت کے اندر اقلیت کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے سے اپنی زبان، کلچر، تشخص اور دینی روایات کے کھو جانے کا بھی خدشہ تھا۔ لہٰذا ہم اپنے دین کے تقاضوں کے مطابق ایک فلاحی معاشرتی اور انصاف پر مبنی نظام قائم کرنا چاہتے تھے۔ اگرچہ ہماری یہ امیدیں تاحال پوری نہیں ہو سکیں لیکن اس میں قصور حصول پاکستان کے لئے جدوجہد کرنے والے عوام کا نہیں بلکہ ان بڑوں کا ہے جو قائداعظم محمد علی جناح کے بعد برسر اقتدار آتے رہے ہیں۔ ان میں بعض تو حصول پاکستان کے جدوجہد میں شریک ہی نہیں تھے اور بعض وقتی حالات کے پیش نظر ان اہم مسائل کی طرف توجہ ہی نہیں دے سکے۔

تاہم جہاں تک ذریعۂ تعلیم کا تعلق ہے شاید ارباب اقتدار سے یہ بات مخفی نہیں ہو گی کہ پاکستان میں چند سال قبل تک قومی زبان اُردو کو ہی ذریعہ تعلیم بنانے پر زور دیا جاتا رہا ہے لیکن منصوبہ میں تاخیر اور سرخ فیتے کی روایت نے اس فیصلہ اور ضرورت کو پروان نہیں چڑھنے دیا۔ انگریزی ایک بین الاقوامی زبان سہی لیکن اسے اکثر آزاد ممالک نے جن میں چین کجاپان، جرمنی اور کئی چھوٹے بڑے ممالک شامل ہیں انگریزی کو ذریعہ تعلیم نہیں بنایا اور اپنی قومی زبانوں میں ہی جدید تعلیم کے تقاضوں کو پورا کیا ہے۔

انگریزی تعلیم بہت ضروری سہی لیکن اسے نصاب میں ایک لازمی مضمون کی حیثیت سے شامل کیا جا سکتا ہے، اسے ذریعہ تعلیم بنانے سے کچھ پانے سے زیادہ کھو دینے کا بھی اندیشہ ہو سکتا ہے اور ہم بہت زیادہ پڑھنے اور سیکھنے کے بعد بھی انگریزی زبان میں ان لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے جو اسے اپنی قومی اور مادری زبان کی حیثیت سے بولتے، پڑھتے اور سیکھتے ہیں۔

وقت کے تقاضوں کے مطابق سب سے زیادہ ضرورت اس امر کی ہے کہ نظامِ تعلیم کو یکساں بنایا جائے کیونکہ دُوہرے نظام تعلیم سے جہاں ایک طرف افسر اور حاکم پیدا ہو رہے ہیں تو دوسری طرف کلرک پیدا کئے جا رہے ہیں، نصاب تعلیم میں بھی انقلابی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ اپنے فرائض، حالات، تاریخ اور اصل مقاصد سے بھی کماحقہٗ آگاہی حاصل ہو سکے اور دور غلامی کے نصاب میں شامل ان من گھڑت کہانیوں کے اثرات اور یادوں کو بھی مٹایا جا سکے جن میں مسلمان مشاہیر کی کردار کشی کی جاتی رہی اور حکمرانوں کو بہادر، فیاض اور بہتر ظاہر کیا جا رہا ہے۔

نعت پاک

ابو اللیث قریشی

دربارِ نبی عدل و مساوات کی جا ہے — اس در پہ کوئی شخص نہ چھوٹا نہ بڑا ہے

جو روح کو مسرور کرے، دل کو معطر — اے اہلِ طریقت! وہ مدینے کی ہوا ہے

قرآن و احادیث پہ ایمان ہے اپنا — محبوبِ خدا سے یہی پیمانِ وفا ہے

اے چشمِ بصیرت! مجھے ادراک ہو اتنا — میں دیکھ سکوں اس کو جو پردے میں چھپا ہے

وہ ذاتِ گرامی کہ خدا جس کا ہے مداح — پھر اس کی ثنا بھی تو خدا ہی کی ثنا ہے

مصروفِ عبادت ہوں میں اک ایسے چمن میں — محسوس یہ ہوتا ہے کہ جنت کی فضا ہے

اللہ سے کر دیجئے اس کی بھی سفارش — آقا! یہ غلام آپ کا، مصروفِ دعا ہے

کیوں عرشِ معلیٰ پہ دماغ اپنا نہ پہنچے — اعزازِ حضوری مجھے حاصل جو ہوا ہے

جذبات کی شدت میں عقیدت نہ ہو مجروح — اے دل! تو سنبھل، یہ درِ محبوبِ خدا ہے

گلیوں سے مدینے کی گزرنا بھی ہے اعزاز — ان راہوں میں سرکار کا نقشِ کفِ پا ہے

ہیں راحتِ جاں، راحتِ دل اس کے تھپیڑے — یہ گرم ہوا میرے لئے بادِ صبا ہے

میں خدمتِ سرکار میں اے لیث ہوں حاضر
اشک آنکھوں میں ہیں، لب پہ مرے صلِ علیٰ ہے

گذشتہ سے پیوستہ

تفسیر القرآن الحسنیہ

مدیر اعلیٰ

دوسری جگہ قرآن مجید میں بالتفصیل جھوٹی قسم کے کفارے کا ذکر کیا ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے

لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولا کن یواخذکم بما عقدتم الایمان فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون اھلیکم او کسوتھم او تحریر رقبۃ فمن لم یجد فصیام ثلاثۃ ایام ذالک کفارۃ ایمانکم اذا حلفتم وحفظوا ایمانکم کذلک یبین اللہ لکم ایتہ لعلکم تشکرون (المائدہ ۸۹)

(اللہ جل جلالہ تمہاری غلط فہمی کی قسموں پر تمہاری گرفت نہیں کرتا ہاں ان قسموں پر گرفت فرماتا ہے جنہیں تم نے مضبوط کیا۔ تو ایسی قسم کا بدلہ دس مسکینوں کو کھانا دینا ہے، اپنے گھر والوں کو جو کھلاتے ہو اس کے اوسط میں سے یا انہیں کپڑے دینا یا ایک بردہ (غلام) آزاد کرنا ہے، پس جو کوئی ان میں کچھ بھی نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھے، یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام تم سے واضح طور پر بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر گذار رہو)

مندرجہ بالا آیت میں قسم منعقدہ کا کفارہ ذکر کیا جا رہا ہے۔ ہر ایک قسم منعقدہ توڑ دینے والے پر لازم ہے کہ وہ حسب توفیق یہ کفارہ ادا کرے، اگر استطاعت نہیں ہے اور نادار ہے تو تین دن متواتر روزے رکھے اور آئندہ کے لئے کوشش کرے کہ قسمیں کھانے سے بچے۔

اس آیہ کریمہ میں عموماً قسموں کا ذکر تھا جن کے احکام وغیرہ کو تفصیلاً بیان کیا گیا۔ اب اس

آیہ کریمہ میں خصوصی طور پر ایک قسم کا ذکر کیا جارہا ہے اور قسم ایلاء کی ہے جس کا یہ مطلب ہے کوئی شخص یہ کہے کہ میں اس عورت سے چار ماہ تک یا غیر معینہ مدت تک مجامعت نہیں کروں گا تو اس کے لئے قرآن کریم نے چار مہینے کی مدت مقرر کر دی کہ چار مہینے کے اندر خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرلے کہ آیا نکاح باقی رکھنا چاہیے یا نہیں۔

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"اس عرصہ میں خوب سوچ سمجھ لے کہ عورت کو چھوڑنا اس کے لئے بہتر ہے یا رکھنا، اگر رکھنا بہتر سمجھے اور اس مدت کے اندر رجوع کرلے تو نکاح باقی رہے گا اور قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور اگر اس مدت میں رجوع نہ کیا اور قسم نہ توڑی تو عورت نکاح سے باہر ہوگی اور اس پر طلاق بائن واقع ہوگی" ١ـ

صاحب تفسیر اکسیر اعظم تحریر فرماتے ہیں:

"یعنی قسم توڑ کر اس کو نئی بنالیں تو وہ نکاح اسی طرح قائم رہے گا۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ چار مہینے کے اندر اس قسم سے رجوع کرلے اور اس کا کفارہ دے تو نکاح اسی طرح باقی رہے گا اور چار مہینے پورے ہو جائیں گے تو خود بخود ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی خواہ شوہر طلاق دے یا نہ دے" ٢ـ

(جاری ہے)

١ـ: خزائن العرفان، حاشیہ بر کنزالایمان۔

٢ـ: مولانا محمد احتشام الدین مراد آبادی، تفسیر اکسیر اعظم، جلد ثالث جزو دوم مطبوعہ مطبع احتشامیہ مراد آباد ١٣١٢ھ صفحہ ٥٤۔

احکام شب برأت اور رمضان المبارک کے برکات

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت شیخ الدرس
قبلہ حافظ علی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خطیب جامع مسجد کچہری بازار پشاور

پندرہویں شعبان المبارک کی مقدس رات کو عرف عام میں شب برأت یا بہ اصطلاح محدثین لیلتہ النصف من شعبان کہا جاتا ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ شب برأت وہی رات ہے جسے لیلتہ القدر کہا گیا اور جس کی نسبت قرآن حکیم میں خیر من الف شھر (ہزار مہینوں سے بہتر) فرمایا گیا یا کہ اس سے جدا ہے کثیر تعداد محدثین اور جمہور علماء کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ رات جس کی بابت ارشاد گرامی عزاسمہ ہے کہ انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ ہم نے اس قرآن حکیم کو (آسمان دنیا میں) نازل فرمایا ایک مبارک رات میں (پارہ ۲۵ سورہ دخان)۔ یہی لیلۃ القدر کی رات ہے جس کا مفصل بیان سورہ قدر میں فرما کر اسی نام پر سورۃ کو معنون فرمایا۔ بعض محدثین اور محققین کا خیال ہے کہ سورہ دخان میں جس رات کو لیلۃ مبارکۃ فرمایا گیا ہے یہ پندرہویں شعبان کی رات ہے جو کہ لیلۃ القدر سے جدا ہے چنانچہ صاحب تفسیر بیضاوی نے حٰم دخان میں لیلتہ القدر او البراۃ لکھی ہے۔

امام العارفین حدیث ناصر خاتم المرسلین قطب ربانی حضرت محبوب سبحانی السید الشیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے اپنی کتاب "غنیۃ الطالبین" میں اس خصوص کے متعلق ایک مستقل فصل قائم کر کے سورۂ دخان کے فی الیلۃ مبارکۃ کے تحت تحریر فرمایا ہے کہ

ھی لیلۃ النصف من شعبان وھی لیلۃ البراۃ و قال ذلک اکثر المفسرون سوی عکرمۃ فانہ قال ھی لیلۃ القدر

یعنی یہ مبارک رات پندرہویں شعبان کی ہے جو کہ شب برأت ہے اس پر سوائے حضرت عکرمہ کے اور سب مفسرین کا اتفاق ہے۔ ہمیں اس سے بحث نہیں ہے کہ وہ جدا جدا دو راتیں ہیں یا ایک ہی رات اس کے لئے علیحدہ موضوع اور جدا مبحث چاہئے۔ اس وقت ہمارے پیش نظر

پندرھویں رات ماہ شعبان مبارک کی ہے جسے شب برأت یا لیلۃ نصف الشعبان کہا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ یہ دو راتوں کا بیان ہے یا صرف لیلۃ القدر کی تفخیم کے لئے ایک ہی رات کا مکرر ذکر فرمایا گیا لیکن جب ہم صحیح احادیث رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں پندرھویں شعبان یعنی شب برأت اور اس کے فیوض وبرکات کے متعلق اس قدر خصوصی اور تاکیدی احکام ملتے ہیں کہ مسلمان محمد رسول اللہ ﷺ کے غلام اور نام لیوا کے لئے اس میں قصور، سہل انگاری یا ذرا بھی غفلت زوال ایمان اور خطرہ جان کا باعث بن جاتا ہے۔ بدقسمتی سے مسلمانوں نے شریعت کے احکام کو اتنا پائمال کیا ہے موجودہ دور میں بالکل یہی معلوم ہوتا ہے کہ شیطان اپنی اس شاطرانہ اور ملحدانہ چال میں کامیاب ہو چکا ہے جو اس نے بارگاہ اعلیٰ رب العزت میں اپنی تباہی پر شان احدیت مآب کی جلالت کی قسم کھا کر کہا تھا کہ حضور کے بندوں کو سامنے سے، پیچھے سے، دائیں بائیں جانب سے آپ کے صراط مستقیم پر بیٹھ کر بھٹکاتا اور ورغلاتا رہوں گا حضور ان میں بہتوں کو ناشکرا (کفران نعمت پر تلے ہوئے) پائیں گے (القرآن الحکیم پارہ ۸ اعراف)

آپ دیکھتے ہیں کہ اس مقدس رات برأت میں آپ کے بچے، آپ کے گھر والے اور آپ خود کن ایمان سوز حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ آپ کے سامنے کیسی بدعتیں، آگ کی چنگاریاں، آتشبازیوں، ہوائیوں چھچھوندروں کے رنگ میں کہاں سے کہاں اڑتی ہیں۔ آپ تماشاگاہ عالم بنے ہوئے دم بخود ہیں گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔ گویا خرمن ایمان آتش کدہ شیطان سے بچا ہوا ہے، ایمان بہہ گیا، رسول کریم ﷺ بیزار ہو گئے، آپ کے ننھے بچوں کے ہاتھوں سے آپ کی دولت ایمان لٹ گئی، آتشبازی اور پھلجھڑیوں کی چیخ وپکار نے آپ کو احکام الٰہی سننے سے بہرا کر دیا، آسمان سے لعنتیں برسیں، زمین نے ملعون ملعون کہہ کر پکارا لیکن آپ کی عیش پسندی اور زر و زن پرستی کا کیا کہنا کہ آپ ٹس سے مس نہ ہوئے، مرتے وقت آنکھیں پتھراتی ہیں لیکن اب جیتے جی آپ دل پتھرا گئے۔ قرآن حکیم نے شہادت کی کہ ثم قست قلوبکم من بعد ذٰلک فھی

کالحجارۃ او اشد قسوۃ (پھر تمہارے دل اس کے بعد پتھرا گئے تو وہ پتھر کی طرح یا اس سے بھی سخت تر بن چکے ہیں) دیکھنا دیکھنا اس لہر میں بہتے ہوئے کہیں ختم اللہ علی قلوبھم کی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش نہ ہو جانا، کہیں اس ندی میں نہ بہہ جانا جہاں لھم عذاب الیم کے گھاٹ اترتے ہیں۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی　　کایں راہ کہ تو میروی بتر کستان است

مسلمان قوم کے غفلت شعار جوانو! اٹھو، کمر ہمت باندھو، آج کے زمانہ میں صاحب شان نبی کریم ﷺ کی آن کو قائم رکھ کر جذبات ایمانی کا ثبوت دو۔ آج وہ دن ہے جس کی بابت رحمت للعالمین ﷺ کی سلک مروارید سے بہترین پروئی ہوئی حدیث مبارک کی لڑی موجود ہے کہ من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر ماتہ شھید یعنی جس نے فتنہ وفساد کے وقت میں میری سنت کو قائم رکھا اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ شوق شہادت میں مر مٹنے والے بھائیو! الیس منکم رجل رشید ؟ تم میں کوئی آرزو مندِ شہادت ہے کہ آج اس مقدس رات میں سنت رسول کریم ﷺ کو جِلا کر ان رسوم وبدعات کو مٹا کر محبت رسول ﷺ کا ثبوت دے کر سو شہید کا ثواب پائے۔

محبت محبت تو کہتے ہیں سب　　محبت کو ساماں بڑا چاہئے

آپ اپنے گھروں میں سنت رسول کریم ﷺ کو جاری کیجئے خدا تعالیٰ آپ کی نسل وبنیاد جاری رکھے گا۔ اب اختصار کے ساتھ شب برأت کے متعلق آقائے کریم ﷺ کے چند ارشادات گرامی سنئے۔

۱: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی نوبت کی ایک رات حضور نبی کریم ﷺ کو بستر راحت پر نہ پایا تو تلاش کے لئے نکلی دیکھا کہ سرکار مدینہ بقیع (مدینہ منورہ کا مقبرہ ہے) میں ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمانے لگے کہ عائشہ یہ خیال لئے آئی ہو کہ خدا تعالیٰ اور اس کا رسول تم پر جور وستم کریں (یعنی ہم تمہاری نوبت میں اور حرمات میں جائیں گے) میں

نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے یہ شک ہوا کہ حضور میری باری میں بعض دیگر حرمات کے ہاں کیوں تشریف لے گئے؟ فرمایا کہ عائشہ سنو! پندرہویں شعبان کی رات کو اللہ تعالیٰ خود اپنی رحمت کے ساتھ آسمان سے دنیا میں نزول اجلال فرما کر بنی کلب قبیلہ کے گوسپندوں کے ریوڑ کے بالوں کی تعداد میں گنہگاروں کو معاف فرما کر بخش دیتے ہیں۔

حضرت رزین نے من استحق النار کا فقرہ روایت کیا ہے، یعنی وہ لوگ دائرہ بخشش میں آتے ہیں جو کہ جہنم کی آگ کے مستحق ہو چکے ہیں (رواہ الترمذی)

۲: دوسری حدیث میں اسی ام المومنین نے فرمایا کہ عائشہ جانتی ہو اس پندرہویں رات شعبان میں کیا ہوتا ہے؟ جب آپ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ اس رات میں کیا ہوتا ہے؟ تو ارشاد ہوا کہ ہر ایک اس سال میں پیدا ہونے والا انسان لکھ دیا جاتا ہے اور جو بنی آدم مرنے والا ہو وہ بھی لکھ دیا جاتا ہے [۱]۔ نیز اس رات میں بنی آدم کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں، اسی رات میں اس کا سالانہ رزق نازل ہوتا ہے۔ اس پر مائی صاحبہ نے فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر بہشت میں داخل نہیں ہوگا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا۔ ام المومنین نے محبوبانہ انداز سے پوچھا ولا انت یا رسول اللہ (اور آپ بھی اے رسول خدا داخل نہ ہوں گے؟) تو آپ نے سر مبارک پر ہاتھ رکھ کر تین دفعہ فرمایا ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ تعالیٰ منہ برحمتہ ہاں میں بھی بہشت میں نہ جاؤں گا مگر مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ساتھ ڈھانپ لیا ہے۔

اسی حدیث کے سلسلہ میں حضرت ابی موسیٰ اشعری کے الفاظ ہیں کہ خدا تعالیٰ تمام مخلوق کو بخش دے گا مگر مشرک اور مشاحن یعنی کینہ پرور مسلمان کی بخشش نہ ہوگی اور حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت میں قاتل النفس یعنی ناحق خون کرنے والا بھی عدم مغفرت میں ذکر کیا گیا ہے۔

بعض دیگر روایات میں فرمایا کہ میرے پاس جبرائیل امین آئے اور کہا کہ اٹھئے، نماز پڑھئے،

---

[۱]: اس لکھنے سے مطلب یہ ہے کہ فرشتگان قضا و قدر کو اس سال کے لئے آنے والوں اور مرنے والوں کے ناموں سے مطلع کر دیا جاتا ہے ورنہ تقدیر مبرم میں تو پہلے ہی سب کچھ موجود ہے۔

آج ماہ شعبان کی پندرہویں رات ہے، آج رات کو اللہ تعالیٰ تین سو رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے، سب کو بخشتا ہے لیکن مشرک، جادوگر، منجم، ہمیشہ شراب خور، سود خور، بخیل اور زناکار کی مغفرت نہیں جب تک کہ وہ اخلاص اور سچائی سے توبہ نہ کرے۔

اسد اللہ الغالب علی مرتضیٰ بن ابی طالب حضور سرکار دو عالم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس رات کو تم عبادت کے لئے کھڑے ہوا کرو اور دن کا روزہ رکھا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ غروب آفتاب سے ہی آسمان سے دنیا کی طرف نزول اجلال فرما کر فرماتے ہیں الا من مستغفر فاغفرلہ کوئی ہے بخشش مانگنے والا کہ اسے بخش دوں؟ کوئی رزق کا طالب ہو تو آئے کہ اسے رزق عطا کروں، کوئی کسی مصیبت میں گرفتار و بند ہے کہ اس کی بلائیں ٹال دوں الا کذا او کذا یعنی کوئی کسی قسم کا سائل کسی قسم کا حاجتمند حاضر ہے کہ اسے مالامال کر دوں، یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے (ابن ماجہ)

یہ وہ وقت ہے جس میں ہمارے بچے، ہماری مستورات اور ہم خود بازیچہ اطفال بنے ہوئے آتش بازی کی، پھلجھڑیوں اور مہتاب ریزیوں میں مصروف کار اور محو حیرت بنے ہوئے آسمانی ہوائیوں کے ساتھ مصروف ہوتے ہیں۔

مضمون کو اور طوالت نہ دی جاکر آپ کی وقت شناسی اور محبت اسلامی سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ شب برأت کی اس مقدس رات میں جب آپ کے مقسوم کی آتش بازی جل رہی ہو جب حیات و ممات کے احکام نافذ ہو رہے ہوں آپ کو اس وقت کیا کرنا چاہئے؟ میں نہیں کہتا کہ یہ کرو، یہ نہ کرو، تم دانا ہو، تجربہ کار ہو خود ہی کہو

ہاں نگویم کہ ایں گیری و آں بگذاری حیف باشد کہ تو سر رشتہ دیں بگذاری

بعض احباب پوچھتے ہیں کہ پھر اس رات کو کیا کرنا چاہئے؟ کیا پڑھنا بہتر ہے؟ کن نفلوں میں زیادہ ثواب ہے اس کا جواب یہ ہے کہ سب عبادتوں میں افضل عبادت تلاوت قرآن حکیم ہے اور پھر رحمت للعالمین کی جناب میں درود شریف کا تحفہ پیش کرنے سے بہتر رضائے الٰہی حاصل

کرنے کا عمدہ ترین کوئی ذریعہ نہیں۔ ہزارہا کی تعداد میں ذوق و شوق سے پڑھتے جایئے اور رو رو کر ارحم الرحمین سے اپنی بخشش، کشائش رزق اور سلامتی ایمان کی دعاؤں پر خاموش ہو جایئے۔

بعض بزرگان کرام سے اس رات کے متعلق جو عملیات اس فقیر تک پہنچی ہیں، ان میں سے کچھ یہ ہیں:

۱: صلوٰۃ التسبیح: بڑی مشہور نماز ہے، دینی دنیاوی مقاصد اور مطلب براری کے لئے اکسیر اعظم اور حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے نکلی ہوئی اور اپنے چچا بزرگوار کو بتلائی ہوئی ایک مجرب چیز ہے جسے اکثر علماء کرام اور محدثین عظام جانتے ہیں، وہ پڑھیں، طریقہ پڑھنے کا کسی عالم دین سے پوچھ لیجئے۔

۲: غسل کر کے پاک لباس پہنئے۔ اول دو رکعت شکر الوضو کی نیت سے پڑھئے ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی تین دفعہ سورہ قل ھو اللہ احد پڑھ کر نماز ختم کیجئے۔ اس کے بعد آٹھ رکعت (آپ کی مرضی کہ دوگانہ دوگانہ پڑھتے ہیں یا چار چار رکعتیں کرتے ہیں) ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورہ مبارک انا انزلناہ فی لیلۃ القدر تمام ایک بار اور سورہ قل ھو اللہ شریف پچیس بار پڑھ کر دعا کیجئے اور پھر توبہ و استغفار کے ساتھ اپنے تمام گناہوں کی معافی مانگئے، اتنا ثواب ہے کہ گویا آج ہی پیدا ہوئے۔

۳: بہ نیت چار رکعت، ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد قل ھو اللہ شریف پچاس مرتبہ پڑھے اور پندرہویں کا روزہ رکھئے، پچاس برس کے صغیرہ گناہ بخشے جانا علماء نے لکھا ہے۔

۴: بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر تین دفعہ حٰم حٰم لکھ کر کھالے تو تمام باطن کی بیماریوں سے نجات پاتا ہے۔

چونکہ وقت تنگ ہے مجھے اپنے بچپن کا ایک واقعہ یاد آگیا جس کے بیان پر اس تحریر کا ختام المسک ہے میرے جد امجد استاذ کل اور بزرگ اساتذہ سے تھے۔ ایک دفعہ ان کی خدمت میں ایک شاگرد نے شب برأت کی عیدی پیش کی جس پر لکھا تھا

برأت آمد برأت دلکشائے شدہ ہنگام چھچھوندر ہوائے
پٹاخہ ٹوٹکہ مہتاب گلریز میان شہر گشتہ روشنائے

آپ نے دیکھ کر تبسم سے فرمایا

چہل سال عمر عزیزت گذشت مزاج تو از حال طفلی نہ گشت

یہ عیدی تو سراسر غلط اور خداتعالیٰ کے غضب کا الارم ہے بیٹا اس سے توبہ کرو، آؤ ہم تمہیں برأت کی عیدی دیتے ہیں چنانچہ اس کی پشت پر یہ رباعی تحریر فرمادی

برأت آمد برأتم دہ خدایا ازیں غم ہائے نجاتم دہ خدایا
بحق احمد و محمود مختار چو خضرت آب حیاتم دہ خدایا

خدائے کریم اس احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں میرے اور آپ کے گناہ معاف فرمائے۔

رمضان المبارک کے برکات

دلے در سینہ دارم بے سرورے نہ سوزے در کف خاکم نہ نورے
بگیر از من کہ بر من بار دوش است ثواب ایں نمازے بے حضورے

(اقبال)

مسلمانوں کا بے سرور سینہ، بے نور وجود، بے حضور قلب ان برکات تک کیسے پہنچے جہاں پہنچنے کے لئے سوز اور درد بھرے انجکشنوں، محبت اور ابتہال کی پچکاریوں کی ضرورت ہو۔ اس انجکشن میں جو ماء الحیات پڑے گا اس کا اکسیری نسخہ یہ ہے

ان کان اباء کم و ابنا کم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموال اقترفتموھا و تجارۃ تخشون کسادھا و مساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ و رسولہ و جھاد فی سبیلہ فتربصوا حتےٰ یاتی اللہ بامرہ (القرآن الحکیم پارہ ۱۰)

(اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے اور تمہارے مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کی کساد بازاری سے ڈرتے ہو اور مکان (وہ جگہ

جنہیں پسند کرتے ہو (یہ سب چیزیں) تمہارے نزدیک اللہ۔ رسول اور جہاد فی سبیلہ سے زیادہ محبوب ہوں تو ٹھہرے رہو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے)

دوسرا اکسیری نسخہ اور اعجازی طاقت کی دوائی یہ ہے جس میں مسلمانوں کو مخاطب فرماتے ہوئے نہایت سادہ پر لطف اور روح افزا لفظوں میں فرمایا گیا کہ

کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون

یعنی تم پر رمضان مبارک کے روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلوں پر بھی فرض کئے گئے تھے یقیناً تم اس سے درجہ اتقاء، اعلیٰ مدارج پر پہنچ کر کامیاب ہو جاؤ گے۔

علامہ فیضی نے اپنی تفسیر بے نقاط میں لعلکم سے بھی مستفاد کر کے تیقن کا اظہار کیا ہے ملاحظہ ہو۔ ولعل للاطماع واطماع اھل الکرم ساد مساد و عدھم یعنی لعل کا استعمال طمع دلانے کے موقعہ پر کیا جاتا ہے اور اہل کرم کا طمع دلانا ان کے وعدہ کا ہی قائم مقام سمجھا جاتا ہے (تفسیر فیضی)

بدبخت انسان اگر اس آسمانی نسخہ اور روحانی علاج کو علاج نہ سمجھے اور بہائم کی طرح کھانے پینے اور رینگنے کو ہی مدار زندگی کہے تو اس کی نا سمجھی اور حماقت کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

اس آیہ کریمہ میں پہلی دلجوئی یہ کی گئی ہے کہ روزے انوکھی بات نہیں جس سے تم گھبرا جاؤ۔ یہ سلسلہ ہمیشہ سے قائم چلا آتا ہے مثلاً سیدنا آدم علیہ السلام پر ہر مہینے چاندنی کے روزے فرض تھے، سیدنا موسیٰ علیہ السلام چند اور روزوں کے سوا عاشورہ اور شنبہ کا روزہ رکھتے تھے۔ نصاریٰ پر رمضان کے روزے فرض تھے، انہوں نے خود کاشتی اور اپنے خیال سے بدل کر موسم بہار مقرر کر لیا اور بڑھاتے بڑھاتے پچاس کر دیئے (تفسیر اکسیر اعظم)۔ مسلمانوں پر ماہ رمضان شریف کا مقدس مہینہ مخصوص کیا جا کر اسے اسلام کا تیسرا رکن مقرر کیا گیا، اس کے نہ رکھنے والے کے لئے اتنی شدت کے احکام ہوئے کہ اس کی فرضیت کا منکر قطعی کافر، تارک اشد

ترین گنہگار قرار پایا اور بقول صاحب "درالمختار" لو اکل عمداً اشھرۃ بلا عذر یقتل یعنی اگر بلا عذر جان کر علی الاعلان روزے کھاتا ہے تو قتل کردیا جائے تاکہ "اس کتے کی مٹی سے بھی کتا گھاس پیدا ہو" دوسرا فلسفیانہ اور حکیمانہ نکتہ یہ ہے کہ روزہ رکھنے سے بدن کی تکمیل صحت، روحانیت میں ترقی اور مقام تقویٰ تک رسائی ہو جاتی ہے، سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا

اندروں از طعام خالی دار تا درو نور معرفت بینی
تہی از حکمتے بعلتے آں کہ پری از طعام تا بینی

اس واسطے مسلمانوں کی مدار حیات، معراج ترقی روزہ پر قائم ہے۔

یہ کب فرض ہوا؟ : ہجرت کے اٹھارویں مہینے حکم تحویل قبلہ سے دس روز بعد ماہ شعبان المبارک میں رمضان شریف کے روزے فرض ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنفس نفیس نو رمضان یا نو سال روزے رکھے تھے حضرت جبرئیل علیہ السلام ماہ رمضان شریف کی ہر رات کو تشریف لاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن شریف سنتے تھے۔ ان دنوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جود و سخا اس حد تک بڑھا ہوتا تھا کہ حدیث شریف کے الفاظ میں ہے کہ کان اجود من الخیر من الریاح المرسلۃ فرفر تیز چلتی ہوئی ہوا سے بھی عنایت اور سخاوت میں بڑھ جاتے تھے۔

وجہ تسمیہ صیام یا رمضان : صیام صوم کی جمع ہے۔ جس کے معنی مطلق بند رہنے کے ہیں شریعت مبارک میں کھانے پینے اور مجامعت سے فجر سے غروب آفتاب تک رکے رہنے کا نام صوم ہے رمضان رمض سے مشتق ہے جس کے معنی جلنے جلانے کے ہیں چونکہ اس سے گناہ جل جاتے ہیں اور نیز اس کی فرضیت سخت گرمی کے دنوں میں ہوئی تھی اس لئے اسے رمضان کہا گیا ماہ رمضان شریف کا نام توراۃ میں حط (گناہوں کا جھاڑو) انجیل میں طاب (گناہوں سے پاک کرنے کی چیز) زبور میں قرب (اللہ تعالیٰ کے حضور میں قربت کا ذریعہ) رکھا گیا ہے۔

بعض فضائل اور برکات رمضان المبارک : حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت

ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "صیام اور قرآن دونوں بندے کی شفاعت کریں گے۔ رمضان کہے گا کہ اے رب اعلیٰ میں نے اس شخص پر طعام و شہوات دن میں بند کئے تھے۔ پس میرے رب! اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرمائی جائے"۔ قرآن شریف فرمائے گا "باری تعالیٰ! میں نے اسے راتوں کی نیند سے روکا تھا۔ میری سفارش منظور فرمائی جائے، حکم ہو گا دونوں کی شفاعت منظور ہے"(مسلم)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ حضور ارشاد فرما رہے تھے کہ بنی آدم کا ہر ایک نیک عمل بڑھتا جاتا ہے، ایک سے دس گنے حتیٰ کہ سات سو تک ایک نیک عمل درجات میں بڑھ جاتا ہے مگر روزہ کے درجات بے حساب و لاتعداد ہیں کیونکہ اللہ کریم فرماتا ہے کہ اس نے میرے ہی لئے روزہ رکھا اور میں ہی اس کی جزا اسے دوں گا اس نے صرف میری خاطر طعام اور شہوتوں کو چھوڑ دیا تھا، اس کے منہ کی خشک بو میرے سامنے مشک و عنبر سے بھی نفیس ہے، روزہ جہنم کی آگ سے بچاؤ کی ڈھال ہو گا، دیکھو جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو خبردار کوئی فحش بات منہ سے نہ بکے اور آواز بھی غصہ سے جھلا کر نہ نکالے اگر اسے کوئی ستائے یا گالیاں دے تو اسے چاہئے کہ یہ کہہ کر چپ ہو جائے کہ میں ایک روزہ دار شخص ہوں (بخاری و مسلم)

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ ہم نے اپنے حبیب کریم علی التحیۃ والتسلیم کی امت کو دو ایسے نور عطا فرمائے جن سے ان کو دو اندھیروں سے نجات ملے گی۔ ایک "نورِ قرآن" جس سے قبر کے اندھیرے میں اجالا آئے گا دوسرا "نورِ رمضان" جو پل صراط کی تاریکی میں نور رحمت بن کر چمکے گا۔ اللہ کریم نے بہشت کے دروازوں میں سے ایک کا نام "ریان" فرمایا ہے جو ماہ رمضان کے روزے رکھنے والوں کے داخلہ کے لئے مخصوص ہو گا۔

(بخاری و مسلم)

فرمایا جس نے رمضان شریف کے روزے رکھے بحالت ایمان محض ثواب کے لئے بغیر دکھاوے اور ریا کے اس کے پچھلے گناہ سب بخشے جاتے ہیں۔ (الحدیث) (باقی صفحہ نمبر ۲۸ پر)

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت قطب وقت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ

رفتم چو بہ مکہ ہوس کوئے تو کردم
دیدم رخ کعبہ ہوس روئے تو کردم

محراب حرم گرچہ بہ پیش نظرم شد
من سجدہ ولے درخم ابروئے تو کردم

در سعی و طواف و بہ حطیم بہ مقامے
ہر سمت تمنا رخ نیکوئے تو کردم

لبیک دعا خواں ہمہ مخلوق بہ عرفات
چوں قبلہ نما من دل خود سوئے تو کردم

در عرصہ عرفات بپا حشر نمودم
چوں یاد من آں قامت دل جوئے تو کردم

قربانی حیواں بے منیٰ میکند عالم
قربان سر خود من بسر کوئے تو کردم

(ماخوذ از "شہاب نامہ" صفحہ ۶۲۱-۶۲۲)

روزے کے احکام

مدیر اعلیٰ

رمضان شریف کا روزہ ہر مسلمان عاقل و بالغ مرد و عورت پر فرض ہے اگر کسی مجبوری سے رمضان شریف کے مہینہ میں ادا نہ کر سکے تو اس کا قضا کرنا فرض ہے۔ رمضان شریف کے روزے کی نیت رات کو اور دن کو دو پہر کے قبل تک جائز ہے اور یہی حکم نفل روزے کی نیت کا بھی ہے اور قضا کو کفارہ اور نذر غیر معین کے روزے کی نیت کا رات کو ہی کر لینا ضروری ہے ورنہ روزہ ادا نہ ہوگا۔ مریض اور مسافر کے لئے رمضان شریف میں روزہ رکھنا اور نہ رکھنا دونوں ہی جائز ہے مگر نہ رکھنے کی صورت میں تندرسی کے بعد قضا کرنا فرض ہے اور ایسا بوڑھا شخص جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اس پر ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلانا لازم ہے۔

نوٹ :یاد رہے کہ روزہ تین طرح کا ہے : ایک عام لوگوں کا، ایک خاص لوگوں کا اور ایک اخص الخواص کا۔ عام لوگوں کا روزہ یہ ہے کہ صبح صادق سے آفتاب غروب ہونے تک کھانے پینے اور جماع سے باز رہنا اور خاص لوگوں کا روزہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو کھانے پینے اور جماع سے بچانے کے علاوہ زبان کو بری باتوں کے بولنے اور کان کو بری باتوں کے سننے سے اور آنکھوں کو ناجائز چیزوں کے دیکھنے سے بچانا اور اخص الخواص کا روزہ یہ ہے کہ مذکورہ تمام چیزوں کے ساتھ ساتھ اپنے خیال کو بھی ہر وقت اللہ کی طرف لگائے رکھنا۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد مندرجہ ذیل مسائل فقہ امام ہمام سیدنا ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ کر کے درج کیے جاتے ہیں۔ اگر چہ یہ مسائل بہت مختصر ہیں لیکن عام الوقوع ضروریات کو حاوی ہیں اگر کوئی شخص ان کو ضبط کرے تو حدیث شریف کے مضمون کے مطابق اجر عظیم پائے گا۔

۱: اگر کوئی مسافر سفر سے واپس آکر اور مریض اپنے مرض سے کچھ دنوں اچھا رہ کر انتقال کر جائے اور اس کے ذمہ رمضان کا روزہ باقی ہو تو مریض جتنے دن اچھا رہا اور مسافر جتنے دن گھر پر آ

کر رہا تنے دن کے روزے ایک مسکین کو کھانا کھلادیں۔

۲ : رمضان شریف کا چاند اگر کوئی شخص تنہا دیکھے اور آسمان پر اس روز گرد و غبار یا بدلی نہ ہو تو اس شخص پر روزہ رکھنا ضروری ہو جائے گا اور دوسرے لوگوں پر فرض نہ ہو گا اور اگر بدلی یا گرد و غبار ہو تو ایک عادل کی گواہی پر سب لوگوں پر روزہ فرض ہو جائے گا، خواہ گواہی دینے والا مرد یا عورت، آزاد یا غلام۔

۳ : اگر آسمان صاف ہو تو ایک جماعت کی گواہی سے تمام لوگوں پر روزہ فرض ہو جائے گا لیکن عید کا چاند اگر دو عادل شخصوں نے دیکھا ہو اور آسمان پر گرد و غبار ہو تو ان دونوں کی گواہی پر عید کی جائے گی اور اگر گرد و غبار نہ ہو تو ایک جماعت کی گواہی کا اعتبار ہو گا۔

۴ : بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۵ : رمضان شریف کے دنوں میں احتلام ہو جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۶ : سر میں تیل دینا حالت روزہ میں جائز ہے۔

۷ : قے تھوڑی ہو یا زیادہ اس سے روزہ خراب نہیں ہوتا۔

۸ : حلق میں گرد و غبار اور دھواں کے گھس جانے سے روزہ خراب نہیں ہوتا۔

۹ : حلق میں مچھر یا مکھی چلی جانے سے روزہ خراب نہیں ہوتا۔

۱۰ : کان میں تیل ڈالنے سے روزہ خراب ہو جاتا ہے اور قضا لازم ہو گی۔

۱۱ : کسی نے روزہ کی حالت میں غرغرہ کیا اور پانی حلق میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا اور اس روزے کی قضا فوری ہے۔

۱۲ : حالت روزہ میں حقنہ لینے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

۱۳ : قصداً کھانے پینے اور جماع کرنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اس ایک روزہ کے عوض ساٹھ روزے لگاتار رکھنے ہوں گے اور اگر ساٹھ روزوں کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا ہو گا اس کو شرع میں کفارہ کہتے ہیں۔

۱۴: کسی نے روزہ میں دانت کی پھنسی ہوئی چیز کو باہر نکالا اور پھر کھالیا تو روزہ فاسد ہو گا اور اگر بغیر نکالے کھالیا تو اس کی دو صورتیں ہیں: اول یہ کہ اگر چنے کے برابر ہے تو روزہ فاسد ہو گیا اور دوم یہ کہ اگر چنے سے کم ہے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۱۵: حالت روزہ میں بالکل خاموش رہنا مکروہ ہے۔

۱۶: کمزوری کا خیال کرتے ہوئے پچھنا لینا یا فصد لینا مکروہ ہے۔

۱۷: روزہ کی قضا لگاتار اور چھوڑ کر دونوں ہی جائز ہے۔

۱۸: ایک سال کے روزے کی قضا دوسرے سال جائز ہے مگر بلا عذر تاخیر اچھی نہیں۔

۱۹: فرض روزہ کو نیت کے بعد توڑ دینے پر ساٹھ روزے رکھنا لازمی ہیں اور نفلی روزہ توڑنے پر ایک ہی روزہ کی قضا لازمی ہے۔

۲۰: سحری کھانے میں تاخیر اور افطاری میں تعجیل (جلدی کرنا) مستحب ہے۔ پس چاہئے کہ نماز مغرب سے پہلے افطار کرے اور نیت یہ ہے کہ افطار کے وقت یہ کہے

اللھم انی لك صمت و بك امنت و علیك توكلت و علی رزقك افطرت

ترجمہ: اے میرے مالک میں نے محض تیرے لئے روزہ رکھا اور تجھی پر ایمان لایا اور تجھی پر توکل کیا اور تیرے رزق سے افطار کرتا ہوں۔

اور نیت کرتے وقت ان کلمات کا زبان پر لانا مسنون ہے

و بصوم غدٍ نویت من شهر رمضان فاغفرلی ما قدمت و اخرت

رمضان کے مہینے میں کل کے روزے کی نیت کرتا ہوں اے میرے مولا میرے اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادے۔

۲۱: سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۲۲: اگر کوئی شخص کسی روزہ دار کو بھول کر کھاتے ہوئے دیکھے تو اگر اس میں اتنی قوت دیکھے کہ رات تک روزہ تمام کر لے گا تو مختار یہ ہے کہ اس صورت اس کو یاد نہ دلانا مکروہ ہے اور اگر اس کو

خبر نہ کرے تو جائز ہے۔

۲۳ : اگر روزہ دار کے منہ میں آنسو داخل ہوں تو اگر تھوڑے ہیں جیسا کہ ایک یا دو قطرے یا اس کے مثل تو اس کا روزہ فاسد نہ ہوگا اور زیادہ ہوں اور ان کی نمکینی اپنے منہ میں پائے اور بہت سے جمع ہو جائیں پھر ان کو نگل جاوے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر چہرے کا پسینہ روزہ دار کے منہ میں داخل ہو تو بھی یہی حکم ہے۔

تراویح اور وتر کے مسائل : تراویح سنت موکدہ ہے۔ یہ رمضان شریف میں بیس ۲۰ رکعتیں دو دو رکعت میں سلام پھیر کر بعد نماز عشاء یعنی فرض و سنت کے بعد وتر سے قبل پڑھی جاتی ہیں، اس کے لئے جماعت سنت کفایہ ہے۔ اگر کسی محلہ یا بستی میں جماعت تراویح قائم نہ ہوئی تو اس محلہ بستی کے تمام لوگ گنہگار و قابل ملامت ہوں گے۔ ہر چار رکعت نماز تراویح کے بعد چار رکعت کے مقدار بیٹھ کر تین مرتبہ تسبیح پڑھنا بہتر ہے اور تراویح میں ایک ختم قرآن (قرآن مجید) پڑھنا سنت ہے اور دو ختم (دو دفعہ قرآن پڑھنا) کرنا فضیلت ہے اور تین ختم کرنا (تین مرتبہ قرآن پڑھنا) افضل ہے۔ ہر رکعت میں پورا ماہ دس دس آیت پڑھنے سے صرف ایک ختم ہوگا۔ بیس بیس آیت پڑھنے سے دو ختم قرآن مجید اور تیس تیس ہر رکعت پڑھی جائیں تو تین ختم ہوں گے۔ اگر کوئی حافظ نہ ملے تو اہل محلہ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھیں اور اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ سورہ والضحیٰ سے شروع کیا جائے اور بیسویں رکعت والناس پر ختم کیا جائے اور دوسرا طریق (تجنیس) میں اس طرح مرقوم ہے کہ الم ترکیف سے لے کر والناس تک دس رکعتیں پوری کرے اور پھر اسی طرح باقی دس میں ان دس سورتوں کو پڑھے۔

۱ : مسائل والی یہ ہے کہ جس نے فرض نماز کی امامت کی ہے وہی وتر پڑھائے اور اگر دوسرا شخص وتر پڑھائے تو اسی کی اجازت سے پڑھائے۔

۲ : ضروری : اکیلا فرض نماز ادا کرنے والا جماعت کے ساتھ وتر تراویح پڑھا سکتا ہے۔

۳ : اگر کسی کی تراویح کچھ چھوٹ گئی ہو اور جماعت وتر شروع ہو جائے تو اس کو وتر میں شریک ہو

جانا چاہئے اور بعد وتر تراویح پوری کرلے کیونکہ بعد وتر بھی بصورت مجبوری تراویح جائز ہے۔ یہ مسئلہ بہت ضروری ہے کیونکہ اکثر لوگ اس سے غافل ہیں۔

۴: جو شخص بغیر فرض نماز ادا کئے تراویح میں شریک ہو جائے اس کی تراویح نہ ہو گی۔

۵: جو شخص فرض نماز عشاء کی جماعت سے ادا کرے اور تراویح اکیلا پڑھے وہ وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے۔

۶: اگر تراویح دو رکعت یا زیادہ فاسد ہو جائے تو جس قدر قرآن مجید ان رکعتوں میں پڑھا گیا ہو اس کا دہرانا ضروری ہو جائے گا ورنہ ختم ناقص ہو گا اگر تراویح میں دوسری رکعت کی بیٹھک بھول گیا اور تیسری رکعت کے رکوع کے بعد اس کو یاد آگیا تو بیٹھ کر سجدہ سہو کے ساتھ نماز ختم کر دے۔ تراویح درست ہو جائے گی اور اگر تیسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہو تو اس میں رکعت اور ملا لے اور سجدہ سہو کے ساتھ نماز تمام کرے اب ان چار رکعتوں میں سے دو رکعت کو تراویح میں شمار کرنے اور دو رکعت کو نفل میں اور اگر دوسری رکعت کی بیٹھک کے بعد یہ صورت پیش آئی ہو اور چار رکعت پوری کی ہوں تو چاروں رکعت تراویح میں شمار ہوں گی۔ یہ تینوں صورتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں کیونکہ ان کے وقوع اکثر ہوتا رہتا ہے اور حفاظ ان سے ناواقف ہوتے ہیں۔

۷: رمضان شریف کے ماہ میں وتر کی جماعت افضل ہے اور امام اس کے اندر تراویح یا فرض نماز کی طرح بلند آواز سے قرأت ادا کرے گا۔

۸: تینوں رکعت کے اندر امام کی قرأت کے وقت مقتدی خاموش رہیں گے لیکن دعاء قنوت سب لوگ پڑھیں گے۔

۹: تراویح کی قضاء نہیں ہے۔

۱۰: اگر مسلمانوں کی ایک جماعت نے رمضان میں فرض عشاء کے فرض جماعت سے پڑھے لیکن تراویح علیحدہ علیحدہ پڑھ لی تو اب یہ جماعت وتر واج باجماعت نہیں پڑھ سکتی۔

شب قدر: مسلمانوں کے لئے رمضان مبارک کا مہینہ ایک نعمت غیر مترقبہ ہے کیونکہ اس

کے آخری عشرہ میں شب قدر کی طاق راتوں میں دورہ ہوتا ہے۔ پھر علماء و محققین کی ایک بڑی جماعت اس امر کی قائل ہے کہ ستائیسویں شب رمضان مبارک ہی شب قدر ہے۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ سورہ قدر میں "لیلۃ القدر" تین مقام پر یعنی تین دفعہ مذکور ہے اور لیلۃ القدر کے نو حروف ہیں جب ۹ کو تین سے ضرب دی جائے تو ۲۷ نکل آتا ہے۔ صاحب "نزہتہ المجالس" نے فرمایا ہے کہ میرے والد شیخ ابو الحسن صاحب نے فرمایا کہ جب سے میں بالغ ہوا ہمیشہ شب قدر پاتا رہا کبھی مجھ سے شب قدر فوت نہ ہوئی اور اس کے پانے کے متعلق یہ قاعدہ بیان فرمایا کہ اگر پہلی رمضان اتوار اور بدھ کو ہو تو شب قدر ۲۹ کو ہوتی ہے اور پہلی تاریخ دوشنبہ (پیر) کو ہو تو شب قدر ۲۹ کو ہوگی ہے اور پہلی تاریخ اگر دوشنبہ کو ہو تو شب قدر ۲۱ کو ہوگی اور اگر پہلی رمضان منگل یا جمعہ کو ہو تو ۲۷ ویں رات سمجھو اور اگر پہلی رمضان شنبہ کو ہو تو ۲۳ ویں کو اس کا انتظار کرو۔

ترجمہ "نزہتہ المجالس" جلد اول صفحہ ۷۹ واضح ہو کہ بعض اصحابہ نے اس شب قدر میں کھارے پانی کو میٹھا پایا، سمندر میں سکون پایا اور درختوں کو سجدہ کرتے ہوئے پایا۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک طالب شب قدر کو اس رات عبادت سے زندہ رکھنے کی توفیق و ہمت بخشے۔

اعتکاف: مسجد میں بہ نیت عبادت ٹھہرنے کا نام اعتکاف ہے۔

۱: سنت مؤکدہ ۲: کفایہ و نفل

۱: اعتکاف سنت موکدہ کفایہ ہے کہ رمضان شریف کے آخر عشرہ میں اکیس تاریخ سے ختم ماہ تک اس مسجد میں بہ نیت عبادت ٹھہرے جس میں پنجگانہ نماز ہوتی ہو۔ یہ اعتکاف ہر محلہ کے کم از کم ایک آدمی کے لئے کرنا ضروری ہے اگر کوئی بھی نہ کرے گا تو تمام محلہ کے تمام لوگ گنہگار ہوں گے۔ پورے ۹ یا ۱۰ دن کا اعتکاف کامل اعتکاف ہے اور اس اعتکاف کے لئے اقل مدت ایک دن ایک رات ہے۔ اعتکاف مغرب کے وقت سے شروع کرے اور اسی وقت ختم کرے یہ اعتکاف کرنا اس سنت کی پیروی ہے جس کو سرکار دو عالم ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ

تشریف لا کر ادا کیا اور پھر کبھی بھی ترک نہ فرمایا اور آپ کے بعد تمام صحابہ کرام، ازواج مطہرات تابعین، تبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہمیشہ اس کو ادا کرتے رہے۔ شروع شروع میں حضور اکرم ﷺ نے رمضان شریف کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا تھا تو جبرئیل تشریف لائے اور کہا "آپ جس چیز کو تلاش کرتے ہیں یعنی لیلتہ القدر وہ آخری عشرہ میں ہے" اس کے بعد برابر حضور ﷺ آخر کے عشرہ میں اعتکاف فرماتے رہے۔ آپ نے اس کی فضیلت میں فرمایا

من اعتكف يوما وليلا من رمضان يريد به وجه الله ولا يريد رياء و سمعه اعطاء الله ثواب ثلثماته شهيد قتلو فى سبيل الله صابرين محسنين

ترجمہ: جس شخص نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے رمضان کے مبارک ماہ میں ایک رات اور ایک دن کے لئے اعتکاف کیا اور کسی کو دکھانے سنانے کے لئے نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسے تین سو شہیدوں کو ثواب دے گا جو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور ثواب حاصل کرنے کے لئے اس کے راستے میں قتل کئے گئے۔

مسائل

۱: معتکف کا خاموش ہونا مکروہ ہے، معتکف اپنے اوقات کو درود و وظائف، نماز و نوافل، تلاوت قرآن مجید اور درس و تدریس اور علوم دینیہ میں گزارے یا بزرگان کی کتابوں کا مطالعہ کرنے میں گزارے۔

۲: حاجت ضروری کے لئے باہر جانا جائز ہے لیکن فارغ ہو کر پھر جلدی مسجد میں چلا آنا چاہئے۔

۳: مسجد میں معتکف کے لئے کھانا پینا اور سونا جائز ہے۔

۴: اگر کوئی شخص اس کا کھانا لانے والا نہ ہو تو گھر جا کر کھانا کھا سکتا ہے مگر کھانے سے فارغ ہو کر وہاں نہ بیٹھنا چاہئے بلکہ فوراً مسجد میں چلا آنا چاہئے۔

۵: بہتر ہے کہ اعتکاف ایسی مسجد میں ادا کرے جہاں نماز جمعہ ادا ہوتی ہو اور اگر یہ فضیلت

نصیب نہ ہو سکے تو جمعہ کی نماز کے لئے کسی ایسی مسجد میں چلا جائے جہاں نماز جمعہ ادا ہوتی ہو مگر ایسے وقت میں جائے کہ چار رکعت سنت ادا کرنے کے بعد خطبہ شروع ہو جائے یعنی بہت قبل نہ جائے اور بعد نماز جمعہ چھ رکعت سنت اد کر کے پھر اپنی مسجد میں چلا آئے۔

۶: معتکف کے لئے خرید و فروخت اگر چہ جائز ہے لیکن سودے کو مسجد سے باہر رکھ کر عقد کرے اگر اس طرح نہ کرے تو اعتکاف درست نہیں۔

مندرجہ ذیل امور سے اعتکاف باطل ہو جاتا ہے

ا: دیر تک بلا ضرورت مسجد اعتکاف سے باہر رہنا۔

ب: حالت اعتکاف میں قصداً یا بھول کر جماع کرنا۔

جب اعتکاف باطل ہو جائے تو اس کی قضا ضروری ہے اور اس کے ادا میں روزہ شرط ہے لیکن نفلی اعتکاف کے لئے نہ روزہ شرط ہے اور نہ ہی اس کے لئے کوئی خاص وقت مقرر ہے۔ ایسا اعتکاف ایک ساعت کے لئے بھی جائز ہے اور ہمیشہ ہر زمانہ میں اس اعتکاف کا ادا کرنا درست ہے۔ عورت کے لئے بہترین اعتکاف یہ ہے کہ وہ اپنے گھر میں ادا کرے لیکن اس کا ثواب اسی قدر ملے گا جتنا کہ مرد کو ایک جامع مسجد میں اعتکاف ادا کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ (عالمگیری)

صدقہ فطر: ہر آزاد مسلمان صاحب نصاب پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے اس کے لئے نصاب مال وہی ہے جو زکوٰۃ کے لئے وجوب کا باعث بنتا ہے۔ آسان الفاظ میں یوں سمجھ لیں کہ جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا موجود ہو یا اس کے برابر قیمت کے اسباب (ضروریات فاضل موجود ہوں) اگر چہ (تجارت کے لئے نہ ہوں) تو اس پر صدقہ فطر کا ادا کرنا واجب ہوتا ہے۔ زکوٰۃ کے وجوب کے لئے نصاب مال پر سال کا گزرنا شرط ہے لیکن صدقہ فطر کے لئے یہ شرط نہیں۔ صرف نصاب کا پایا جانا شرط ہے (سال گزرے یا نہ گزرے) صدقہ فطر اپنی طرف سے اپنے نابالغ بچوں کی طرف سے اور اپنے خادموں کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے۔

گیہوں، آٹا، ستو، انگور اگر دینا چاہے تو نصف صاع یعنی ایک سیر ۱۳ چھٹانک دے گا اور یہ دہ سیر ہونا چاہئے جس کا وزن ۸۰ تولے ہو۔

ب: اگر خرمہ، جو یا جو کا آٹا دینا چاہے تو ایک صاع یعنی ۳ سیر دس چھٹانک دینا ہوگا یہ مقدار فی کس کے حساب سے دے گا۔

ج: اگر چاول، چنا، مسور دال دینا چاہے تو فقہاء نے اجازت دی ہے لیکن اوپر کی چیزوں سے قیمت لگا کر ادا کرے۔

د: قیمت کا ادا کرنا بہت بہتر ہے جس میں فلسفہ یہ ہے کہ فقراء و مساکین اپنی حاجت کی چیزوں کو مناسب سمجھ کر خرید سکتے ہیں۔

مسائل

۱: صدقہ فطر آخر عشرہ رمضان سے لے کر عید کی نماز کے قبل تک ادا کر دینا بہتر ہے پھر جو شخص عید کی نماز کے وقت تک ادا نہ کر سکے اس پر واجب ہے کہ نماز کے بعد ادا کر دے پھر جو صاحب نصاب ہو کر بھی صدقہ فطر ادا نہ کرے وہ سخت وعید کا مستحق ہے کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا

لم یزل صومکم معلقاً بین السماء والارض الی ان یودی احدکم زکوٰۃ صومہ

ترجمہ: جو شخص باوجود شرط وجوب کے صدقہ فطر ادا نہ کرے اس کے روزے آسمان و زمین میں معلق رہتے ہیں اور دربار لم یزلی میں پیش نہیں ہوتے۔

۲: اگر کسی شخص کے پاس ایک ایسا مکان موجود ہو جو اس کے رہائشی مکان کے علاوہ ہو اور اس کی قیمت نصاب تک پہنچ گئی ہو تو اس پر صدقہ فطر واجب ہو جائے گا۔

۳: اگر نابالغ لڑکی کی شادی ہو گئی تو اس کا صدقہ اس کے ماں باپ پر نہیں ہے۔

۴: زکوٰۃ کی طرح صدقہ فطر کا مال کافر کو دینے سے ادا نہیں ہو سکتا۔

۵: صدقہ فطر یا زکوٰۃ کا مال مسجد، مدرسہ، حوض، تالاب، مسافر خانہ، غسل خانہ اور قبرستان پر

صرف کرنا ناجائز ہے۔

۶: صدقہ فطر یا زکوٰۃ کا مال سب سے پہلے اپنے خاندان کے غرباء و مساکین پر صرف کرے، پھر پڑوس کے لوگوں پر، پھر محلّہ کے غریب لوگوں پر پھر شہر کے مساکین پر اگر ان سب کو ضرورت نہ ہو تو دوسرے شہر کے غرباء کو تلاش کرے اگر اپنے محلّہ کے لوگوں سے دوسرے محلّہ کے لوگ زیادہ حاجت مند ہوں تو ان میں تقسیم کر دینا اولیٰ ہے۔

۷: بنی ہاشم کے لئے صدقہ فطر کا مال اور زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے۔ بنی ہشام سے مراد حضرت عباس، حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عقیل اور حضرت حارث رضی اللہ عنہم کی اولاد مراد ہے۔

۸: مالدار شخص کے غلام کو صدقہ فطر دینا ناجائز ہے۔

۹: اپنی اولاد، اولاد کی اولاد، باپ، دادا، ماں، نانی، دادی اور اپنے غلام کو صدقہ فطر دینا ناجائز ہے۔ چچا، پھوپھی، ان کی اولاد، بھائی، بھتیجا، ان کی اولاد، بہن، بھانجی، بھانجا، ان کی اولاد، ماموں، ممانی، خالہ اور ان کی اولاد کو صدقہ فطر دینا جائز ہے بشرطیکہ غربت افلاس اور مسکنت پائے جائیں۔

۱۰: جو شخص عید کی صبح سے پہلے مسلمان ہو گیا یا بچہ عید کی نماز سے پہلے تولد ہوا تو ان کا صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

شوال مکرم کے چھ روزے: بزرگان دین اور اولیاء کرام کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ شوال کے چھ روزے ہمیشہ رکھا کرتے تھے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص تیس روزے رمضان کے اور چھ روزے شوال کے رکھے گا اس کو تمام سال میں روزہ رکھنے کا ثواب ملے گا اس میں مخفی حکمت یہ ہے کہ

من جاء بالحسنة فله عشر امثالها (پارہ ۸ آخر سورہ انعام)

یعنی جو نیک کام کرے گا اس کو اس کے بدلہ دس گنا ثواب ملے گا۔

تو اس آیہ کے مطابق ایک ماہ کے بدلہ دس ماہ ہو گئے اور چھ کو دس سے ضرب دیں تو ساٹھ روز یعنی دو ماہ بنتے ہیں پس میزان ۱۰+۲=۱۲ ماہ ہو گیا تو گویا تمام سال کے روزوں کا ثواب مل گیا اور حدیث شریف کے الفاظ مبارک مندرجہ ذیل ہیں :

من صام رمضان واتبه بستته من شوال فکانما صام دهرا کلهه

یعنی جس شخص نے رمضان کے روزے رکھ کر چھ روزے شوال کے رکھ لئے تو اس نے پورے سال کا روزہ رکھا۔

مسئلہ: شوال کے روزں کو لگاتار نہ رکھنا بہتر ہے۔

وما علینا الا البلاغ

بقیہ : شب برأت یا لیلۃ القدر

حضور سرور کائنات ﷺ نے آخری جمعہ شعبان میں جو خطبہ فرمایا وہ حدیث شریف کی کتابوں میں وسعت کے ساتھ درج ہے۔ اس میں فرمایا کہ لوگو! تم پر ایک بڑا مبارک عظیم الشان مہینہ آرہا ہے جس میں ایک ایسی رات ہے جو کہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض اور رات کا قیام تطوع بنایا ہے جو شخص کوئی نیک کام اس میں کرے تو فرض درجات کا ثواب پائے جو کوئی اس میں فریضہ ادا کرے تو اسے سوائے رمضان شریف کے دوسرے مہینوں کے ستر فرضوں کا ثواب دیا جاتا ہے۔ صبر و محبت و غمخواری کا مہینہ ہے۔ مسلمانوں پر اس میں رزق زیادہ کیا جاتا ہے جو شخص کسی روزہ دار کا افطار کرائے اس کے گناہوں کی مغفرت ہوتی ہے وہ جہنم کی آگ سے آزاد کیا جاتا ہے اور روزے دار جتنا ثواب اس کو بھی دیا جاتا ہے۔ آخر میں فرمایا کہ یہ وہ مہینہ ہے کہ اول اس کے رحمت ہے، بیچ میں اس کے بخشش ہے اور آخر اس میں جہنم کی آگ سے آزادی ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہمیں توفیق استقامت عنایت فرما کر برکات ماہ رمضان سے محروم نہ فرمائے --- آمین۔

غزل

مولانا سید فضل الحسن حسرتؔ موہانی رحمۃ اللہ علیہ

اب ہم میں بھلا زیست کے آثار کہاں ہیں؟
تم پھر بھی کہے جاؤ "یہ بیمار کہاں ہیں؟"

مقتل میں یہ کہتے ہوئے آئے وہ بصد ناز
آئیں مرے جاں باز گراں بار کہاں ہیں؟

ہم کو یہی کیا کم ہے کہ بندے ہیں تمہارے
دعوائے محبت کے سزاوار کہاں ہیں؟

سجدے کیے اس در پر اسی عذر سے لاکھوں
ہم عاشق بے خود ہیں، گنہگار کہاں ہیں؟

اک بار چلے جاؤ دکھا کر جھلک اپنی
ہم جلوہ پیہم کے طلبگار کہاں ہیں؟

پوشیدہ ہم اس گوشہ محفل میں ہیں خاموش
جس میں یہ نہ جانے نگہ یار کہاں ہیں؟

ہر لحظہ تصور کی ہے مصروفی بے حد
عاشق ترے باکار ہیں، بیکار کہاں ہیں؟

کہتا ہے فریب نظر یار بھلا ہم
بے مہر، جفا کار، دل آزاد کہاں ہیں؟

شوق ان سے یہ کہتا ہے، توجہ نہیں تم کو
عقدے مرے سب سہل ہیں، دشوار کہاں ہیں؟

اس حسن نظر سوز کا ہے اب تو یہ عالم
کہتا ہے مرے طالب دیدار کہاں ہیں؟

کافر جنہیں سب کہتے ہیں مسلم ہوں نہ حسرتؔ
آزاد ہیں وابستۂ زنار کہاں ہیں؟

گذشتہ سے پیوستہ

حضرت خواجہ خواجگان ولی الہند، غریب نواز، عطائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معین الدین چشتی سنجری ثم اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

پروفیسر غلام سرور رانا
گورنمنٹ کالج لاہور

صداقت جذبہ: حضرت خواجہ اپنے ساتھ کوئی فوج نہیں لائے تھے، نہ خزانہ تھا اور نہ ہی سفارشی خطوط کا پلندہ، کسی دنیوی حکمران کے اشارے پر نہیں آئے تھے، کسی سے نہ سازباز کی بلکہ سرور کونین حبیب کردگار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ خداوند قدوس کی قدرت کاملہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وبرتری اور خواجہ کی صداقت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ ظلمت کدہ ہند کو ضیاء اسلام سے منور کرنے پر مامور ہوئے۔ آپ کے پاس نہ سپاہ تھی نہ لشکر اور نہ ایسی جماعت جو آپ کے ساتھ دینی امور کی انجام دہی میں معاونت کرے مسلمانوں کی پوزیشن یہاں کچھ نہ تھی۔ اذان کی آواز پر انسان نما شیاطین ہنستی مذاق کرتے تھے۔ درویشوں اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان رکھنے والوں کو اذیتیں دی جاتی تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ جل مجدہ نے فرعون کے مقابلہ میں کامیابی سے ہمکنار فرمایا۔ اسی طرح حضور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مشرکین اور کفار کے مقابلے میں ایسی فتح ونصرت عطا فرمائی جسکی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ابو الفضل "آئین اکبری" میں یوں رقمطراز ہیں:

> "آپ نے اجمیر شریف کو اپنا مرکز بنایا۔ اسلام کی شمع کو بڑا فروغ اور تابانی عطا کی۔ ان کی نفس قدسی صفات کی برکت سے لوگ فوج در فوج دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے"

"سیر الاخطاب" کے مصنف نے بھی اسی انداز میں تحریر کیا ہے:

"ہندوستان میں ان کے ورود مسعود کی برکت سے اسلام کو فروغ حاصل ہوا۔ کفرو شرک کی تاریکی جو زمانہ پر چھائی ہوئی تھی آہستہ آہستہ چھٹنے لگی"

برصغیر پاک و ہند میں تبلیغ اسلام کی بنیادوں کو حضرت خواجہ نے استحکام بخشا۔ آپ کی اولوالعزم مقناطیسی شخصیت، حسن اخلاق اور قوت عمل نے نوے لاکھ ہندوؤں کو کلمہ طیبہ پڑھا کر حلقہ بگوش اسلام کیا۔ حضرت علامہ اقبال نے بجا طور پر فرمایا ہے

نہیں فقر و سلطنت میں امتیاز ایسا یہ سپہ کی تیغ بازی وہ نگہ کی تیغ بازی

حضرت خواجہ کا اصول تھا کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے۔ آپ کی زندگی اس اصول کی آئنہ دار ہے ایک شخص آپ کو ایذا پہنچانے کی غرض سے چھری لے کر آیا۔ آپ نے نہایت ہی خندہ پیشانی سے اسے اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا "جس ارادے سے آئے ہو اسے پورا کرو" یہ سنتے ہی اس پر کیفیت ورقت طاری ہو گئی چھری بغل سے نکال کر حضرت خواجہ کے سامنے رکھ دی اور ندامت و شرمندگی سے عرض کی کہ مجھے سزا دی جائے، آپ نے فرمایا:

"ہم درویشوں کا مسلک یہ ہے کہ کوئی ہم سے بدی کرتا ہے تو ہم نیکی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ تم نے تو میرے ساتھ کوئی برائی نہیں کی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کے جوہر اخلاق نے سخت سے سخت انسان کو بھی موم کر دیا اور جو بھی شکار کرنے کے لئے حاضر ہوا خود شکار ہو گیا"

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول : یہ راہ تو صرف اس کو ملتی ہے جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن پاک ہو اور بائیں ہاتھ میں سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ دونوں چراغوں کی روشنی میں راستہ طے کرلے"

برصغیر پاک و ہند میں فتح اسلام سے پہلے بھی سلاسل روحانی قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ موجود تھے لیکن ترویج دین کے سلسلے میں حضرات چشتیہ کا بڑا عمل دخل ہے۔ پھر چشت اہل بہشت کا اس ملک پر حق ہمسائیگی بھی تھا کہ یہ سلسلہ ایران میں بھی اپنے انوار و تجلیات پھیلاتا ہوا سلسلہ فروغ کے منازل طے کر رہا تھا سب سے پہلے چشتی شیخ جنہوں نے برصغیر پاک

وہند کی طرف عنان عزیمت موڑی وہ خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کی دعاؤں سے سلطان محمود غزنوی نے سومنات پر حملہ کیا تو فتح وشادمانی نے اس کے قدم چومے۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ "نفحات الانس" میں تحریر کرتے ہیں:

"وقتیکہ سلطان محمود بہ غزو سومنات رفتہ بود خواجہ را در دو واقعہ نمودند کہ بمددگاری وے باید رفت در س ہفتاد سالگی --- درویشے چند متوجہ شد جوں آنجا رسید، بہ نفس مبارک خود بامشرکاں وعبدہ اصنام جہاد کرد"

ترجمہ: جس وقت سلطان محمود سومنات کی طرف گیا ہوا تھا خواجہ ابو محمد کو اشارہ غیبی ہوا کہ اس کی مدد کے لئے جائیں وہ ستر برس کی عمر میں چند درویشوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر م بنفس نفیس جہاد میں شرکت فرمائی۔

ازدواجی زندگی: قیام اجمیر کے زمانہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دو شادیاں ۶۱۰ھ میں اسی (۸۰) سال کی عمر میں کیں۔ ان میں سے ایک بی بی عصمت حضرت میراں سید حسنین جنگ سوار کے چچا سید وجیہہ الدین مشہدی کی صاحبزادی تھیں، دوسری بیوی ہندو راجہ کی لڑکی بی بی امۃ اللہ تھیں جنہوں نے اپنے دین کو چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا تھا۔ پہلی بیوی سے تین صاحبزادے خواجہ فخر الدین، خواجہ حسام الدین اور خواجہ ضیاء الدین بو سعید رحمت اللہ علیہم اجمعین تولد ہوئے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے اس بیوی کے بطن مبارک سے حضرت خواجہ سعید ہی کا ذکر کیا ہے۔

دوسری بیوی سے بقول شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو اولاد پاک ہوئی وہ دو صاحبزادگان حضرت خواجہ فخر الدین اور خواجہ حسام الدین اور ایک صاحبزادی حضرت بی بی حافظہ جمال تھیں یہ خواجہ خواجگان مؤلفہ احمد رئیس میں درج ہے لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ آپ کے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں جو عورتوں کو درس وتدریس دیا کرتی تھیں۔

تصانیف: حضرت خواجہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف درج ذیل ہیں:

انیس الارواح، گنج اسرار، حدیث المعارف، دیوان خواجہ، رسالہ در کسب نفس، رسالہ وجودیہ۔

معمولات : حضرت خواجہ خواجگان رات کو بہت کم آرام فرمایا کرتے تھے اکثر عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے۔ قرآن مجید ایک دن میں ختم کر لیا کرتے تھے۔ جب عامۃ الناس کو آپ کے بارے میں علم ہو جاتا تو فوری طور پر اپنی قیام گاہ تبدیل فرما لیتے۔ اپنے مریدوں سے بہت ہی زیادہ پیار و محبت اور شفقت کیا کرتے تھے۔ فقر و درویشی کے باوجود مطبخ خانہ میں اتنا کھانا پکتا تھا کہ تمام غرباء، مساکین ویتامیٰ شکم سیر ہو جاتے تھے۔

خلفاء : آپ نے برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ چشتیہ کے مختلف مراکز قائم کئے۔ دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو مامور کیا۔ ان کی ذات رشد و ہدایت کی وہ شمع تاباں تھی جس پر خلق خدا پروانہ وار نثار تھی۔ ناگور (راجپوتانہ) میں سلطان التارکین حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خلفاء اجلہ میں سے تھے، باقی خلفاء کے اسماء گرامی جو "خواجہ خواجگان" مولفہ رئیس احمد میں تحریر ہیں، درج ذیل ہیں :

"خواجہ فخر الدین فرزند ارجمند حضرت خواجہ و قبلہ شیخ وحید الدین رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ برہان الدین عرف بدر شیخ احمد، شیخ محسن، خواجہ سلمان غازی، شیخ شمس الدین، خواجہ حسن خیاط، جے پال جوگی المعروف عبداللہ، شیخ صدر الدین کرمانی بی بی حافظہ جمال دختر حضرت خواجہ شیخ وحید برادر شیخ احمد، شیخ مسعود غازی (اجمیر)۔ خواجہ خواجگان کے تمام خلفاء اپنے مرشد کامل کی رہنمائی میں ظلمت کدہ پاک و ہند کو اسلام کی روشنی سے منور کرتے رہے۔ فاتحین پاک و ہند لشکر کشی اور کشور کشائی میں مصروف تھے اور روحانی عظمت کے یہ علمبردار ملک کے کونے کونے میں تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔

خدمت خلق : حضرت خواجہ کو خلق خدا سے بڑی محبت تھی ۶۱۰ھ میں ایک زمیندار نے دربار اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ حاکم دہلی نے اس کی جاگیر ضبط کر لی ہے اور اس نے یہ

فرمان جاری کیا ہے کہ سلطان التمش کے حکم کے بغیر اسے واپس نہیں کیا جا سکتا۔ چونکہ سلطان التمش آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں اس لئے براہ کرم آپ ان سے میری سفارش کر دیجئے۔ آپ نے قدرے تامل کے بعد فرمایا "اچھا تو میں اس کام کے لئے خود تمہارے ساتھ چلتا ہوں" چنانچہ مظلوم کی دادرسی کے لئے بنفس نفیس دہلی تشریف فرما ہوئے۔ التمش قدم بوسی کے لئے حاضر خدمت ہوا اور دہلی کو قدوم میمنت لزوم سے نوازنے کا سبب دریافت کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے زمیندار کی ساری سرگزشت بیان کر دی۔ اس پر شاہ التمش عرض رساں ہوا کہ حضور کسی ادنیٰ غلام کی زبانی بھی فرما دیتے تو میں تعمیل ارشاد میں ہرگز عذر نہ کرتا حضرت خواجہ نے فرمایا "چونکہ مظلوموں کی اعانت بھی عبادت الٰہی میں داخل ہے اس لئے خود ہی اس کام کو سرانجام دینے کے لئے چلا آیا"

دوسری مرتبہ ۶۳۲ھ میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے دہلی میں آپ کا ورود مسعود ہوا۔ اس وقت شیخ نجم الدین نے جو آپ کے قدیم احباب میں سے تھے حضرت خواجہ خواجگان سے حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی شکایت کی۔ آپ نے مرید رشید سے فرمایا جو "سیر الاولیاء" صفحہ ۵۴ پر درج ہے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است

بابا بختیار ہم چنیں مشہور شدی خلق از دست بو شکایت کردن گرفت ازیں جا برخیز در اجمیر بیا دبیش من ہمیش توباشیتم۔ یعنی بابا بختیار اتنی جلدی اتنے مشہور ہو گئے کہ بندگان کو تم سے شکایت ہونے لگی۔ یہاں سے چلو اور اجمیر آؤ۔ وہاں قیام اختیار کرو اور میں تمہارے سامنے کھڑا رہوں گا، اس پر حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی

مخدوم! مراچہ محل آں باشد کہ پیش مخدوم توانم ایستاد فکیف بنشینم یعنی مخدوما! میں آپ کے سامنے کھڑے ہونے کا بھی اہل نہیں، بیٹھنے کی کیا مجال؟

لیکن جب خواجہ قطب الدین اپنے شیخ کامل سالار چشتیاں کے ہمراہ اجمیر شریف روانہ

ہوئے تو اس سے دہلی میں ایک شور برپا ہو گیا۔ اہل شہر مع سلطان شمس الدین شہر سے نکل کر آپ کے پیچھے ہو لئے۔ جہاں خواجہ قطب الدین کا پاؤں پڑتا تھا لوگ خاک کو تبرک سمجھ کر اٹھا لیتے تھے۔ لوگوں پر بے قراری اور آہ وزاری کا غلبہ تھا۔ جب حضرت معین الدین چشتی ؒ نے عوام کو اس اضطراری کیفیت میں دیکھا تو اس سے بہت متاثر ہوئے خیال آیا کہ ایک دل کو مسرت بہم پہنچا کر لاکھوں بندگان خدا کو کبیدہ خاطر کروں اور ان کے دلوں کو مجروح کروں یہ نامناسب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ؒ کو اجمیر شریف لے جانے کا ارادہ ترک فرمادیا۔ یوں لب کشا ہوئے کہ بابا بختیار! تم دہلی میں رہو کیونکہ خدا کی اتنی مخلوق تمہاری روانگی سے زبوں حال ہے، میں اسے مناسب نہیں سمجھتا کہ اتنے دلوں کو دکھایا اور جلایا جائے، اب تم یہاں ہی ٹھہرو، یہ دار السلطنت تمہاری پناہ میں ہے۔ سلطان شمس الدین نے حضرت خواجہ کا شکریہ ادا کیا کیونکہ دار الحکومت ایسی عظیم المرتبت شخصیت کے فیض سے محروم ہو رہا تھا۔ اب حضرت قطب الدین بختیار کاکی ؒ نے سرکار دربار کے ضابطہ سے کوئی تعلق نہ رکھا بلکہ سلسلہ عالیہ کا اصول متعین فرمادیا کہ فقر و استغنا کے ساتھ اور دربار سے دور رہ کر امور طریقت کو پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہیے یہی اکابر سلسلہ کا لائحہ عمل ہے

مری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں، میں اسی لئے ہوں غازی

ترویج سلسلہ : دہلی میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی ؒ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ کو بے حد شان و شوکت بخشی۔ چنانچہ یہ سلسلہ برصغیر پاک و ہند میں پھیل گیا۔ آپ کے بعد حضرت بابا فرید الدین مسعود ؒ گنج شکر نے تبلیغ اسلام کی مسند ارشاد کو سنبھالا۔ اس کے بعد حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی ؒ نے چمن زار سلسلہ چشتیہ کو مزید آب و تاب بخشی اور برصغیر پاک و ہند کے ظلمت کدہ میں اسلام کا نور پھیلتا چلا گیا۔ اس سلسلہ عالیہ کے بانی حضرت شیخ علی دینوری ؒ ہیں جنہوں نے اس سلسلہ کی بنیاد حضرت حسن بصری ؒ کی تعلیمات پر رکھی لیکن اس

سلسلہ عالیہ کی وجہ شہرت حضرت غریب نواز معین الدین چشتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام تلوار سے نہیں پھیلا بلکہ ان خرقہ پوشوں، بوریا نشینوں اور اہل اللہ کی مساعی جمیلہ کا مرہون منت ہے جن کی خدمات سراسر بے لوث تھیں اور رضائے الٰہی ہمیشہ ان کا مقصود و مطلوب رہی۔ خود غرضی، جاہ و حشمت، نام و نمود اور ظاہری نمائش کی گرد بھی ان کے دامن پر نظر نہیں آتی۔ ان کی زندگی خدمت دین کے لئے وقف تھی۔ انہوں نے شاہان وقت کے تحائف کو بھی اپنی ذات کے لئے کبھی قبول نہ فرمایا۔ اس سلسلہ عالیہ کے اکابر نے برصغیر پاک و ہند کی تہذیبی، ثقافتی، تمدنی اور مذہبی تاریخ پر جو ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں وہ سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔ ملکی فتوحات امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ مدہم پڑ جاتی ہیں یا نظریات کا ارتقاء انہیں دیدہ و دل سے محو کر دیتا ہے مگر ان بزرگان دین کی شاندار خدمات، والہانہ جذبہ فقر و استغناء تاریخ اسلام کے وہ درخشندہ ابواب ہیں کہ انسانیت تا ابد ان سے درس حیات لیتی رہے گی اگر اولیاء کرام نشر و اشاعت دین کے لئے اپنی بے پناہ خدمات کو بروئے کار نہ لاتے تو اسلام اور اہل اسلام کو یہ شان و شوکت اور عظمت و وقار نصیب نہ ہوتا۔ سید عبد الحق کا نذرانہ عقیدت

کعبہ ہے فقروں کا روضہ میرے خواجہ کا تصویر محمد ہے مکھڑا میرے خواجہ ہے
شاہوں سے بھی افضل ہے منگتا میرے خواجہ کا نظروں میں نہیں آتی کونین کی سلطانی
آیا ہے مدینے سے سہرا میرے خواجہ کا شادی میرے خواجہ کی! کیا شان نرالی ہے
بٹتا ہے وہاں گھر گھر صدقہ میرے خواجہ کا جس کو نہ یقین آئے بغداد میں دیکھ آئے
کھاتے ہیں شہنشاہ بھی ٹکڑا میرے خواجہ کا دیکھو تو سخاوت میں کیا شان ہے خواجہ کی
سید نے بتایا ہے رستہ میرے خواجہ کا کعبہ کی طرف زاہد کیسے میں پلٹ آؤں؟

حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا خراج عقیدت: حضرت علامہ اقبال نے آپ کے دربار مقدس پر حاضری دی اور اس طرح عرض رساں ہوئے

ہمیشہ صورت باد سحر آوارہ پھرتا ہوں محبت میں ہے منزل سے بھی خوشتر جادہ پیمائی

دل بے تاب جا پہنچا دیار پیر سنجر میں میسر ہے جہاں درمان درد نا شکیبائی
ابھی نا آشنائے لب تھا حرف آرزو میرا زباں ہونے کو تھی منت پذیر تاب گویائی
یہ مرقد سے صدا آئی حرم کے رہنے والوں کو شکایت تجھ سے ہے اے تارک آئین آبائی
یہ تخم لا الہ تیری زمین شور سے پھوٹا زمانے بھر میں رسوا ہے تیری فطرت کی نازائی
وفا آموختی از ما بکار دیگراں کردی ربودی گوہرے از ما نثار دیگراں کردی

آخری ایام: حضرت خواجہ خواجگان ؒ نے سالہا سال تک برصغیر پاک و ہند میں تبلیغ اسلام کا عظیم کارنامہ بدرجہ اتم انجام دیا اور لاکھوں بندگان خدا کو صراط مستقیم پر لائے کل نفس ذائقۃ الموت کی صدا پر لبیک کہتے ہوئے آپ نے ۶ رجب المرجب ۶۳۲ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۲۵۹ء انتقال پر ملال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون

روایت ہے کہ خواجہ اجمیری کے وصال شریف کے بعد آپ کی پیشانی مبارک پر یہ نقش ابھر اہوا تھا حبیب اللہ مات فی حب اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کا حبیب اللہ رب العزت کی محبت میں چل بسا۔ بعض لوگوں سے روایت ہے کہ آپ کی وفات سن مذکورہ میں ذی الحجہ کے مہینہ میں ہوئی لیکن یہ رائے درست نہیں ہے۔ "سفینۃ الاولیاء" اور "مرأت الاسرار" سے بھی ۶ رجب المرجب ۶۳۲ھ کی تصدیق ہوتی ہے۔ سرمد کی وہ رباعی جس سے آپ کی تاریخ وفات کا پتہ چلتا ہے یہ ہے

شد ز دنیا چو در بہشت بریں مرشد متقی معین الدین
گفت تاریخ رحلتش سرمد محرم دل ولی معین الدین

اسی طرح کسی نے تاریخ ولادت یوں کہی ہے

ولادت "عاشق نو" سال عمرش وفاتش آفتاب ملک ہند است

حقیقت حال تو اس طرح ہے کہ اب بھی اگر گوش دل سے سنا جائے تو یہ آواز پیہم آتی ہے

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

تعمیر مساجد اور مزار مقدس : مزار مقدس کے اندر درج ذیل زیارات باعث ثواب و برکت ہیں :

۱ : مزار مبارک حضرت خواجہ فخر الدین گردیزی رحمۃ اللہ علیہ

۲ : روضہ مبارک بی بی حافظہ جمال صاحبہ رحمت اللہ تعالیٰ علیہا

۳ : مزار شہزادی حور النساء بنت شاہجہان بادشاہ

۴ : مزار مبارک خواجہ ابو سعید نور اللہ مرقدہ

۵ : مزار اقدس حضرت خواجہ ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ

۶ : احاطہ چاریار

۷ : چلہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر نور اللہ مرقدہ

۸ : احاطہ نور

مزار عالیہ کے باہر چلہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، چلہ سالار غازی، چلہ بڑے پیر صاحب، چلہ مزار صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور چلہ بی بی حافظہ جمال اور مزار میراں سید حسین تاراگڑھ ہیں۔ حضرت غریب نواز جہاں اقامت پذیر تھے وہیں آپ کو دفن کیا گیا۔ تربت مبارک اینٹوں کی بنی ہوئی ہے جسے اسی حالت میں رکھ کر اوپر پتھر کا صندوق بنوایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مزار مقدس بلند و بالا معلوم ہوتا ہے۔ مزار اقدس کی عمارت سے پہلے خواجہ حسین ناگوری نے تعمیر کروائی پھر مندو کے حکمرانوں نے خانقاہ عالیہ کے دروازہ کی تعمیر کروائی۔ "تذکرہ حضرت زکریا ملتانی" سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ شمس الدین التمش کو بزرگان سلسلہ عالیہ چشتیہ سے بے حد محبت تھی۔ سلطان محمود خلجی والئی مالوہ نے جب راجپوتوں کے خلاف فوج کشی کی تو سب سے پہلے حضرت کے مزار اقدس پر حاضری دی اور مزار اقدس کی کچھ عمارات بھی اسی نے تعمیر کروائیں۔ اکبر اعظم کو آپ سے بے پناہ محبت تھی، جب شہزادہ سلیم تولد ہوا تو اکبر اعظم نے والہانہ انداز میں آگرہ سے اجمیر شریف تک پاپیادہ سفر کیا اور اجمیر شریف میں مسجد تعمیر کروائی۔

جہانگیر نے ۱۰۲۵ء میں ایک لاکھ دس ہزار روپے کی لاگت سے مزار اقدس کے گرد طلائی احاطہ نہایت ہی آرائش و زیبائش سے تیار کروایا لیکن راقم الحروف کو جب ۱۹۷۵ء میں سالانہ عرس مبارک کے موقع پر حاضری کا شرف نصیب ہوا تو طلائی احاطہ وہاں پر موجود نہ تھا۔

روضہ مبارک پر سفید گنبد چونے اور سندر کھٹائی سے بنایا گیا ہے۔ گنبد پر سنہری کلس کا اعزاز نواب کلب علی خان والئی رامپور کو حاصل ہوا، اندرون گنبد کا حصہ سنگ بستہ کا ہے اور دیواریں سنہری لاجوردی سے مزین ہیں، مزار مقدس کے چاروں طرف چاندی کے کٹہرے مغلیہ شہنشاہ شاہجہان کے پیش کردہ ہیں۔

اس کے علاوہ مسجد صندل خانہ سلطان محمود خلجی نے ۸۵۹ھ میں تعمیر کروائی تھی جس کی مرمت کا شرف جہانگیر اور اورنگزیب کو بھی حاصل ہے۔ اسی طرح اکبر مسجد ۱۵۷۰ء میں شہنشاہ اکبر نے جہانگیر کی تولدگی کے چھ ماہ بعد تعمیر کروائی۔ مزید برآں مسجد اولیاء کی تعمیر کا شرف رئیس کٹھیا چوہدری محمد بخش کو حاصل ہوا۔ بیگمی دالان ملحقہ مشرقی دروازہ گنبد شریف شہزادی جہاں آراء بنت شاہجہان کا ۱۰۵۳ھ میں تعمیر کردہ ہے۔ یہاں پر بھی ایک جنتی دروازہ ہے جو حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی آمد و رفت کا راستہ تھا۔ یہ دروازہ عیدین، ۶ شوال اور ۲۹ جمادی الثانی سے ۶ رجب المرجب کے ایام میں کھولا جاتا ہے۔

روضہ مبارک کی جنوبی طرف کا دالان نواب صاحب ارکاٹ کا ۱۷۹۳ء کا تعمیر کردہ ہے۔ محفل خانہ ۱۸۹۱ء میں آسمان جاہ نواب بشیر الدولہ کا تعمیر کردہ ہے۔ یہاں پر اعراس خواجہ عثمان ہارونی نور اللہ مرقدہ اور حضور غریب نواز رحمہم اللہ کے مواقع جات پر سماع کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں۔ بڑی دیگ ۱۵۶۷ء میں اکبر اعظم کی پیش کردہ ہے جس میں ۱۲۰ من کھانا پکتا ہے اور چھوٹی دیگ ۱۶۱۳ء میں جہانگیر کی پیش کردہ ہے جس میں ۶۰ من کھانا پکانے کی گنجائش ہے۔ بلند دروازہ سلطان محمود خلجی کا ۱۴۵۵ء میں تعمیر کردہ ہے جو سطح زمین سے ۷۵ فٹ بلندی پر ہے نقار خانہ شاہجہانی المعروف کلمہ دروازہ ۱۰۴۷ھ میں شاہجہان کا تعمیر کردہ ہے اس میں ایک بڑی

جوڑی نقارہ کی اکبر اعظم کی پیش کردہ ہے اس دروازہ کی محراب پر کلمہ طیبہ تحریر ہے۔ نظام گیٹ میر عثمان علی خان نظام حیدر آباد دکن نے ۱۹۱۴ء میں صدر دروازہ تعمیر کروایا تھا لنگر خانہ حضور غریب نواز کا تعمیر کردہ ہے جہاں بالعموم نمکین دلیا ہر روز بعد نماز فجر اور عصر تقسیم کیا جاتا ہے اس کے علاوہ حمیدیہ دالان اور دالان حاجی وزیر علی ہیں۔

روضہ مبارک سے ملحقہ سنگ مرمر کی مسجد شاہجہان نے ۱۰۴۷ھ میں تعمیر کروائی تھی اس سے سلاطین مغلیہ کی حضرت خواجہ سے والہانہ محبت و عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔

"سیر اولیاء" کے مصنف کی رائے: سیر الاؤلیاء میں بر صغیر پاک و ہند کی صورت حال اور آپ کے تبلیغی مشن کے بارے میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"ہندوستان کے مشرق و مغرب میں ہر طرف کفر و بت پرستی کا دور دورہ تھا، یہاں کے خود سر اور سرکش راجہ اور رؤساء انا ربکم الاعلیٰ کا نعرہ بلند کر رہے تھے"

انہوں نے شرک کو اپنا وطیرہ بنا رکھا تھا، وہ اینٹ، پتھر، مندروں کے آستانے، درخت، گائے اور گوبر کے آگے سجدہ ریز ہونے میں کوئی قباحت محسوس نہ کرتے۔ ان کی روح پر کفر کی تاریکی چھائی ہوئی تھی، ان کے دل و دماغ پر انکار اور ہٹ دھرمی کے تالے چڑھے ہوئے تھے۔ سب کے سب دین و شریعت سے نابلد تھے، نہ انہیں قبلے کی سمت معلوم ہوتی تھی اور نہ ہی خدائی کبریائی کا کلمہ کسی کی زبان سے بلند ہوتے سنا گیا تھا۔ لیکن کفر و شکر کی اس زمین پر جیسے ہی حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مبارک قدم پہنچے اسلام کی عالم تاب شعاعوں نے اپنا نور پھیلانا شروع کر دیا۔ آپ کے دست کرم نے دارالکفر میں صلیب وکلیسا کی بجائے مسجد، محراب اور منبر کی بنیادیں رکھ دیں جس گھر سے شرک کی آوازیں اٹھتی تھیں وہاں خدا کی کبریائی کا نعرہ گونجنے لگا۔ جتنے لوگ اس ملک میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور جتنے آئندہ ہوں گے اور جس قدر اسلام کا دائرہ ہندوستان (موجودہ پاک و ہند) کے اندر وسیع ہوتا رہے گا اس کا ثواب مسلسل حضرت خواجہ معین الدین چشتی کو پہنچتا رہے گا۔

مؤرخین اسلام کی آراء: بعض تذکرات میں تحریر ہے کہ آپ کو حضرت رسالت مآب ﷺ نے خواب میں ہدایت فرمائی تھی کہ برصغیر پاک و ہند میں جا کر تبلیغ اسلام کریں۔ آپ نے جس طرح تبلیغ اسلام کا بیڑا اٹھایا، ابو الفضل کو اس کا اعتراف کرنا پڑا ہے

"از دم کبرائے او گروہا گروہا مردم بر سرہ بدر گرفتند"

"تاریخ فرشتہ" میں اس طرح تحریر ہے

"بسیارے از کفار اجمیر بہ برکت انفاس آں پیر طریقت بشرف مشرف ایمان گشتند و آناں کہ ایمان نیاوردند محبت خواجہ در دل جائے دادہ پیوستہ فتوح بے حد و عد بحضرت اوی فرستادند"

حضرت خواجہ نے دراصل تمدنی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا تھا اور اس عظیم کارنامے کے ان مٹ نقوش زندہ و تابندہ رہیں گے۔ آپ کے بعد دیگر مشائخ سلسلہ اور علماء کرام نے جو کردار ادا کیا وہ بھی قابل ستائش ہے۔ اصل میں انہی بوریا نشینوں نے خانقاہوں میں فقیرانہ زندگی بسر کر کے اسلام کے قیام اور مسلمانوں کی حیثیت و معاشرہ کو مضبوط تر بنانے میں سلاطین اور سپاہی رہنماؤں سے کہیں زیادہ خدمات سر انجام دی ہیں جو تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ آپ نے زندگی میں عقیدت مندوں کے دلوں پر حکومت کی، ہر سال پہلی رجب سے لے کر ۶ رجب المرجب تک عرس مبارک رہتا ہے، لاکھوں حاجتمند بلا امتیاز رنگ و نسل، ملت و مذہب حاضری کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہمہ وقت مصروف رہے اور دنیا اور اہل دنیا آپ کے سامنے ہمیشہ سرنگوں رہے۔ آج بھی ان کی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے جس پر کاربند رہ کر مصائب و آلام حیات سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔ لارڈ کرزن وائسرائے ہند نے ۱۹۰۲ء میں حضور غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے دربار عالیہ پر حاضری کا شرف حاصل کرتے ہوئے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"میں نے ایک قبر کو ہندوستان میں حکومت کرتے دیکھا"

ارشادات عالیہ

۱: صحیح درویشی یہ ہے کہ سائل کو خالی نہ لوٹایا جائے، بھوکے کو کھانا کھلایا جائے، ننگے کو نفیس ترین کپڑے پہنائے جائیں۔

۲: صحیح معنوں میں متوکل وہ ہے کہ خلقت سے اسے خواہ کتنے ہی مصائب و رنج در پیش ہوں لیکن زبان پر شکایت و حکایت کا نام تک نہ لائے۔

۳: دل کو مشاہدہ دوست میں مستغرق رہنا چاہئے اسے اپنے حال کی پروا نہیں ہونی چاہئے۔

۴: جہلا سے دوری، ترک باطل، منکرین سے روگردانی، محبت محبوب، توبۃ النصوح پر گامزنی اور مظالم کو رد کرنا مقامات توبہ میں شامل ہیں۔

۵: سفر آخرت کے توشہ کے لئے انسان کو متفکر رہنا چاہئے۔

۶: اس فانی دنیا میں کارہائے دنیا بھی لایعنی ہیں۔

۷: حاجت مندوں کی حاجت براری، اسیروں کی قید سے رہائی، مصیبت زدگان پر ہاتھ رکھنا، بھوکوں کو کھانا کھلانا اللہ جل مجدہ کے نزدیک بہت ہی مقام اور درجہ رکھتا ہے۔

۸: صراط مستقیم پر گامزن ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مالک اولاً دنیا اور اس چیز کو جو دنیا میں ہے ثم ذالک اپنے نفس امارہ کو طلاق دے پھر ہی وہ اہل سلوک کے راستہ میں قدم رکھ سکتا ہے ورنہ وہ بالکل ہی کاذب ہے۔

۹: علم و عمل کی بجائے زہد قیامت کے لئے ایک بہت بڑا توشہ ہے۔

۱۰: خدا پرستی کے حصول کے لئے خود پرستی کو ترک کرنا شرط اول ہے کیوں کہ خود پرستی اصل میں بت پرستی ہے۔

۱۱: تسلیم و دعویٰ کو یکجا نہیں کیا جا سکتا۔

۱۲: ملازمت بھی عبادت الٰہیہ ہے۔

۱۳: اللہ جل مجدہ سے نسبت اس قدر پختہ ہونی چاہئے کہ جو وہ کہے قبول ہو جائے، اس کے برعکس

ہو تو وہ درویشی کے زمرہ میں نہیں آسکتا۔

۱۴: اہل طریقت پر درج ذیل شرائط کی پابندی لازم وملزوم ہے:
معرفت میں کامل، طلب مرشد، ادب، رضا، محبت اور ترک فضول، تقویٰ، استقامت شریعت، کم کھانا، کم سونا، روزہ نماز، خلق سے عزلت اختیار کرنا۔

۱۵: جھوٹی قسم کا نتیجہ گھر میں ویرانی اور خیر وبرکت کا الوداع کہنا ہے۔

۱۶: دوست کی طرف سے دی ہوئی مصیبت کو خندہ پیشانی سے قبول ہی صداقت محبت کی علامت ہے۔

۱۷: مرتبہ حقیقت کے حصول کے لئے درج ذیل راہیں ہیں:
شریعت، طریقت، معرفت، حقیقت، کلام مجید کی زیارت کرنا بھی عبادت ہے۔

۱۸: مسلمان ہونے کے لئے شرط اول مکمل کلمہ پڑھنا ہے۔

۱۹: عالم فانی میں بقا حاصل کرنا فقر کی سند حاصل کرنا ہے۔

۲۰: صحبت فقراء اور حرمت اولیاء سے خوشتر کوئی بات دنیا میں نہیں ہے۔

۲۱: بلاواسطہ اہل صحبت دوست کا کلام سنتے ہیں۔

۲۲: صفات حق کا پایا جانا عارف کا کم سے کم درجہ ہے۔

۲۳: دونوں جہانوں کو خیرباد کہنے سے اگر حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو جائے تو مہنگا سودا نہیں۔

۲۴: الا لیعبدون اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ جن وانس پر سب سے پہلے معرفت الٰہی فرض ہوئی۔

۲۵: کامیابی وراحت کے حصول کے لئے عقائد کی درستی شرط اول ہے جس کا ذکر پارہ اول ذالک الکتاب لاریب فیہ میں ہے۔

۲۶: عارفان الٰہی کے لئے محبت ایسا علم ہے جس کے بارے میں علماء جاننا چاہتے ہیں لیکن ان کو

رائی برابر بھی خبر نہیں ہو سکتی۔

۲۷: سر خالص عارف کے لئے لازم و ملزوم ہے، اس کے بغیر اس کے کسی فعل میں خلوص نہیں ہو سکتا۔

۲۸: رونا دھونا عارف کے لئے اس حد تک ہے جب تک کہ وصال نہیں ہوتا۔

۲۹: انسان کو صحیح عارف ہونے کے لئے اپنے نفس کی پہچان کرنی چاہئے، صحبت نیکاں نیک سے بہتر ہے اور صحبت بد برے کاموں سے بھی بری ہے۔

۳۰: وسواس نفس کا نہ ہونا ہی سب سے اچھا وقت ہے لیکن خلقت سے رہائی بھی اسی کی شرط اول ہے۔

۳۱: یقین سے انسان منور ہو جاتا ہے اور مابعد اسی نور کے اثر سے محبان فیض میں شمولیت اختیار کر لیتا ہے۔

۳۲: اہل محبت کے لئے حق تعالیٰ کی باتیں سننا نہایت ہی لازمی ہے۔

۳۳: اہل محبت انتقال پر ملال کے فوری بعد بخشش سے عہدہ برا ہو جاتے ہیں۔

۳۴: اللہ جل مجدہ اور اہل محبت کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔

۳۵: مجنوں کی قربانی آرزو ہے جبکہ عارف کا ایثار عاشقی و بے نیازی۔

۳۶: دریا میں رہ کر پانی شور و غوغا میں مبتلا رہتا ہے لیکن سمندر میں مدغم ہو کر خاموشی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

۳۷: محبؐ کی دوستی میں دونوں جہانوں کو بخشنا بھی کم ہے۔

۳۸: دل یاد کے لئے ہے اس کے لئے محبوب کا ذکر دل سے کرنا ہی ضروری ہے۔

۳۹: اسرار محبوب عاشق کے دل میں فوراً جاگزیں ہو جاتے ہیں۔

۴۰: محبت و فقر میں وحشت کا نام و نشاں تک نہیں ہے۔

۴۱: حجاج کرام کعبۃ اللہ کے اگرد گرد جسماً طواف کرتے ہیں لیکن عارفین الٰہیہ دل سے عرش کے

گرد طواف اور دیدار الٰہی کے شوق میں ہمہ تن مستغرق رہتے ہیں۔

۴۲ : گناہ کے بعد شہرت کا حصول شقاوت اور بدبختی کی طرف مائل کرتا ہے۔

۴۳ : دوزخ کی آگ سے بچنے کے لئے حاجت مندوں کی حاجت براری اور دردمندوں عاجزوں کی فریاد کو پورا کرنا، بھوکوں کو کھانا کھلانا بہترین عمل ہے۔

۴۴ : مخلوق خدا کو ایذا نہ پہنچانا حقیقی توکل ہے۔

۴۵ : اطاعت حق تعالیٰ ہر حال میں لازمی ہے اور یہی چیز رحمت الٰہی کے قریب ہے۔

۴۶ : زبان سے یاد الٰہی عارف کے لئے بہترین خزینہ ہے۔

۴۷ : ہر وقت خوشی صحیح معنوں میں معرفت الٰہی ہے۔

۴۸ : منزل کے حصول کے لئے نماز ضروری ہے کیونکہ مومن کی معراج ہی نماز ہے۔

۴۹ : موت کو عزیز رکھنا عارف کے لئے ضروری ہے۔

۵۰ : بقاء کا حصول عین حق ہے۔

۵۱ : دنیا سے زیادہ لو لگانے والا قرب الٰہی حاصل نہیں کر سکتا۔

۵۲ : منافق تلاوت کلام پر ہنستا ہے۔

۵۳ : عارف وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے کچھ طلب نہ کرے۔

۵۴ : عارف صادق وہ ہے جس کے لئے کچھ بھی ملک نہ ہو۔

۵۵ : عارفوں کا توکل اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر نہیں ہو سکتا، وہ دوسروں کی جانب التفات تک نہیں کرتے۔

۵۶ : درویش میں قوت باطنی اس قدر ہو کہ اگر سماعت کرنے والا حکایات اولیاء کرام پر شک کرے تو مشاہدہ سے قائل کر لے۔

۵۷ : اہل معرفت سورج کی مثل ہوتے ہیں جس سے سارے جہاں کو ضیاء نصیب ہوتی ہے۔

۵۸ : مسلمان بھائی کو ذلیل و خوار کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

۵۹ : حق پرست عادت پرست نہیں ہوتا۔ تربیت مرشد ترک عادت سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

۶۰ : تجرید یہ ہے کہ صفات محبوب محب کے دل و صفات میں سرایت کر جائیں جیسا کہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ جو میرے ساتھ محبت کرتا ہے میں اس کے لئے کان اور آنکھ بن جاتا ہوں۔

۶۱ : مریدین کو ہمیشہ باوضو رہنا چاہئے۔

۶۲ : جس نے کعبۃ اللہ کی زیارت کی اسے ایک برس تک عبادت کا ثواب ملتا ہے۔

۶۳ : جس کو خداوند قدوس دوست رکھتے ہیں اس پر بلاؤں کا گھیرا رہتا ہے۔

۶۴ : منکرین سے روگردانی، والدین کی خدمت، پیرو مرشد کی اتباع پہلا فرض معرفت ہے۔

۶۵ : سلوک کے پندرہ درجات ہیں جس میں سے پانچواں درجہ کشف و کرامت کا ہے جب تک پندہ درجات مکمل نہ ہوں عارف کے لئے ضروری ہے کہ پانچویں درجے کا بھی اظہار نہ کرے۔

۶۶ : حضور خواجہ غریب نواز ولی الہند نور اللہ مرقدہ اپنے شیخ کامل و اکمل حضرت خواجہ سید عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ جس میں تین خصلتیں ہوں وہ صوفی کامل ہے :

۱ : سخاوت دریا کی طرح، شفقت آفتاب کی طرح، تواضع زمین کی طرح۔

پند و نصائح کے چند واقعات : حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ مریدین باصفا اور خلق خدا کو اکثر تلقین، پند و نصائح اور رشد و ہدایت سے نوازتے۔ بطور مشتے نمونہ از خروارے حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے بعض ارشادات عالیہ اور برکت و سعادت سے معمور واقعات درج ذیل ہیں :

۱ : ایک دفعہ بر سر مجلس خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ ایک روز شیطان نے جب کہ وہ راندہ درگاہ نہیں ہوا تھا اور فرشتوں میں موجود تھا لوح محفوظ پر تحریر کیا ہوا دیکھا کہ جو بشر صبح کی نماز کے بعد سے اشراق تک جائے نماز پر ذکر حق تعالیٰ میں

مصروف رہے اس کے گناہوں کی تعداد اگر ستر ہزار بھی ہو تو اسے بخش دیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں "دلیل العارفین" کے حوالہ سے فقہ اکبر میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کا معمول زندگی چالیس سال تک کفن چوری تھا لیکن اس کے انتقال کے بعد لوگوں نے اسے عالم خواب میں بہشت میں ٹہلتے ہوئے دیکھا جس پر وہ حیران و ششدر رہ گئے۔ دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ وہ صبح کی نماز سے لے کر اشراق تک جائے نماز پر مصروف عبادت رہتا تھا جس کی بدولت آج اسے یہ مقام حاصل ہوا ہے۔

۲: حضور غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام فقیہہ ابولیث سمرقندی بیان فرماتے ہیں کہ ہر روز آسمان سے دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ایک بام کعبہ پر کھڑے ہو کر بانگ دہل کہتا ہے کہ خداوند قدوس کا فریضہ ادا کرو جو ایسا نہیں کرے گا وہ بخشش سے دور ہو جائے گا اور دوسرا بام قطیرہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پکارتا ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تارک شفاعت سے محروم ہو جائے گا۔

۳: "دلیل العارفین" میں درج ہے کہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قطب الاقطاب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب میرا تعلق حضرت شیخ الاسلام سلطان الاولیاء حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ العزیز کی ذات بابرکات سے ہوا تو آٹھ سال کی مدت مدید تک انہی کی خدمت اقدس میں حاضر رہا۔ اس دوران نہ دن کو دن اور نہ رات کو رات سمجھا لیکن نفس کو ایک لمحہ کے لئے بھی آسودگی بہم نہ پہنچائی جہاں بھی مرشد کامل و اکمل دوران سفر تشریف لے جاتے تو آپ کا جامہ خواب اور توشۂ سفر سر پر رکھ کر ہمرکاب رہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میری یہ خدمت مقام قبولیت کو پہنچ گئی اور مجھے نعمت عظمیٰ مل گئی۔ نیز فرماتے ہیں کہ خدمت نہایت ہی اچھی چیز ہے۔ اس لئے مرشد کے فرمان سے سرمو انحراف نہیں کرنا چاہئے اور جو کچھ وضائف، نوافل، شغل اذکار خفی و جلی ارشاد فرمائیں انہیں جامہ عمل سے سرفراز کرنا چاہئے کیونکہ اصل حقیقت یہی ہے۔ حضور غریب نواز حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ بھی اپنے پیرومرشد کا ساز و سامان سفر حج کے دوران سر پر اٹھاتے اور

اسی طرح واپس لاتے یہی چیز ان کو فقر میں ممیز کرتی ہے اور باعث صد احترام ہے۔

۴ : نماز کے بارے میں حضور غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب نمازی رکوع و سجود قومہ، جلسہ و تسبیح کی ادائیگی کرتا ہے تب فرشتے اس کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ آسمان کے دروازے فی الفور کھل جاتے ہیں اور نمازیوں کی نمازیں زیر عرش پہنچائی جاتی ہیں۔ رب العزت کی ذات فرشتوں کو سجدہ ریز ہونے کا حکم دیتی ہے اور فرشتے اس نمازی کی بخشش کی خواستگاری کے لئے کہتے ہیں جس نے نماز کا حق ادا کیا ہے۔ خواجہ غریب نواز فرماتے ہیں کہ جو صحیح معنوں میں نماز ادا نہیں کرتا فرشتے اس کی نماز کو آسمانوں پر لے جاتے ہیں تو آسمانوں کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز کو اس کے منہ پر مار دو۔ اس طرح نماز پکار کر کہتی ہے کہ خدا تجھے اس طرح ضائع کرے، جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا تھا۔ حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اس وقت آبدیدہ ہو گئے۔

"دلیل العارفین" میں مذکور ہے کہ حضرت غریب نواز فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان ہارونی سے سنا ہے کہ قیامت کے روز انبیاء علیہم السلام اولیاء عظام اور مسلمانوں سے نماز کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی اور جو نمازی اس سے عہدہ بر آ ہوگا، خلاصی پائے گا اور جو اس سے قاصر ہوگا عذاب کا مستوجب ہوگا۔

۵ : رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم لہو و لعب اور قہقہوں کے سخت خلاف تھے، انہوں نے کئی جگہوں پر اس کی ممانعت فرمائی ہے۔

۶ : حضور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خواجہ عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ نے سہواً دنیا کا کاروبار کر لیا لیکن پھر اسے ترک کر دیا۔ پچاس سال حیات مبارک رہی مگر پھر دنیوی کاروبار کو یہ سمجھ کر نہ کیا کہ یہ خلاف دولت ہے۔

ماخذ و مراجع

ا : ابوالفضل، آئین اکبری، طبع سرسید، صفحہ ۲۰۷۔

۲ : غوثی، گلزار ابرار، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال مخطوطہ ذی ۲۶۲، ورق ۸۷ تا ۱۰۰۔

۳ : تاریخ فرشتہ، نولکشور ۱۲۸۱ھ صفحہ ۳۷۵ تا ۳۷۸۔

۴ : علی اصغر چشتی، جواہر فریدی لاہور ۱۳۰۱ھ صفحہ ۱۴۶ تا ۱۶۳۔

۵ : عبدالحق دہلوی، اخبار الاخیار، دہلی ۱۳۰۹ھ صفحہ ۲۲ تا ۲۴۔

۶ : عبدالرحمٰن، مرأۃ الاسرار، مخطوطہ کتاب خانہ ذاتی صفحہ ۳۰۸ تا ۳۲۶۔

۷ : سیر الاقطاب، نولکشور لکھنؤ ۱۳۳۱ھ صفحہ ۱۰۰ تا ۱۴۱۔

۸ : غلام معین الدین، معارج الولایہ، مخطوطہ کتاب خانہ ذاتی، ۱ : ۳ تا ۲۷۔

۹ : تاج الدین روح اللہ، رسالہ حال خانوادہ چشت، مخطوطہ در کتاب خانہ ذاتی ورق ۲ الف تا ۵ ب۔

۱۰ : بہا المقلب براجا، رسالہ احوال پیران چشت، مخطوطہ در کتاب خانہ ذاتی، صفحہ ۷۷ تا ۸۰۔

۱۱ : دارا شکوہ، سفینۃ الاولیاء، آگرہ ۱۲۶۹ھ عدد ۱۱۰،

۱۲ : جہاں آرا، مونس الارواح، (مخطوطات Storyes صفحہ ۱۰۰۰۔

۱۳ : اکرام برسوی، اقتباس الانوار، لاہور صفحہ ۱۲۳ تا ۱۴۷

۱۴ : رحیم بخش فخری، شجرۃ الانوار، مخطوطہ در کتب خانہ ذاتی، صفحہ ۱۴۱ اب تا ۱۶۲ اب

۱۵ : نجم الدین، مناقب الحبیب، دہلی ۱۳۳۲ھ

۱۶ : محمد حسین، تحقیقات اولاد خواجہ صاحب، دہلی۔

۱۷ : امام الدین خان، معین الاولیاء، اجمیر ۱۲۱۳ھ

۱۸ : بابو لال، وقائع شاہ معین الدین، نولکشور۔

۱۹ : خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت، ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۵۳ء صفحہ ۱۴۲ تا ۱۴۷۔

۲۰ : خادم حسین، معین الارواح، آگرہ ۱۹۵۳ء

۲۱ : Storey ۹۴۳۔

(ختم شد)

غزل

شاعرِ مشرق، حکیم الامت علامہ محمد اقبالؔ مرحوم

دگرگوں ہے جہاں، تاروں کی گردش تیز ہے ساقی!
دلِ ہر ذرہ میں غوغائے رستا خیز ہے ساقی!
متاعِ دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خوں ریز ہے ساقی؟
وہی دیرینہ بیماری، وہی نامحکمی دل کی
علاج اس کا وہی آب نشاط انگیز ہے ساقی!
حرم کے دل میں سوزِ آرزو پیدا نہیں ہوتا
کہ پیدائی تری اب تک حجاب آمیز ہے ساقی!
نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے
وہی آب و گلِ ایراں وہی تبریز ہے ساقی!
نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی!
فقیرِ راہ کو بخشے گئے اسرارِ سلطانی
بہا میری نوا کی دولتِ پرویز ہے ساقی!

وحدت الوجود اور شریعت مطہرہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد عطاء اللہ جلوی قادری مدظلہ العالی

مذہب اسلام میں تصوف کی حیثیت ایسے ہی ہے جیسے جسم میں روح کی ہے۔ جیسے روح جسم کے بغیر مردہ ہے اسی طرح دین بغیر تصوف کے مردہ ہے اور ظاہر ہے کہ مردہ دین سے کیا فائدہ ہوگا۔ دنیا میں بھی خسارہ اور آخرت میں بھی خجالت اور شرمندگی اور تصوف ہے اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت۔ اس لئے مومن کا ہر فعل خوشنودی خدا اور رسول ﷺ کے لئے ہے، نہ کہ جنت کی طمع کے لئے اور نہ دوزخ کے ڈر سے۔ اس لئے ایمان ہے اللہ اور رسول ﷺ کی محبت۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے والذین امنوا اشد حبا للہ یعنی جو لوگ ایمان والے ہیں انہیں اللہ سے شدید محبت ہے یعنی ایمان ہے ہی محبت اور محبت پیدا ہوتی ہے کسی ہستی کے جمال و کمال کی معرفت سے حسن صورت یا حسن سیرت کی معرفت یعنی پہچان یا کسی اور کمال سے خدا کی محبت اس کے کمال کی وجہ سے ہے اور کمال میں اس کی نہ کوئی مثل ہے اور نہ مثال۔ اس لئے فرمایا لیس کمثلہ شی یعنی اس کی مثل کوئی شے نہیں۔ پس وہ واحد ہے، وجود یعنی ہستی (Being) صرف اور صرف اسی کے لئے ہے اور واحد بھی اس لئے ہے کہ واحد کا اہل صرف اور صرف وہی ہے دوسرا وجود کا اہل ہی نہیں اس لئے موجود ہو سکتا ہے۔ وجود صرف اس کے لئے ہے پس وہ واحد ہے اور یہی ہے وحدت الوجود اور اسی سے ہیں سب موجودات اور موجودات اسی وجود کے مظاہر و مراتب ہیں۔ وجود پر نظر ہے تو واحد ہے اور ظاہر یا مرتبہ پر نظر ہے تو کثیر ہے۔ حقیقت میں واحد اور ظاہر میں کثرت حقیقت میں سب ایک دوسرے کا عین ہے اور ظاہر میں ایک دوسرے کا غیر

نظر بر حقیقت ہمہ عین ہست　　نظر بر تعین ہمہ غیر ہا

اسی لئے

ہر مرتبہ از وجودے حکمے دارد　　گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

حالانکہ ہر مرتبہ کی حقیقت وہی ذات واحد ہے مگر اس کے ظہور یعنی مرتبہ میں اس کا غیر حالانکہ مرتبہ یعنی تعین میں وہی متعین ہے اور شریعت کا تعلق وجود کے ظہور مرتبہ اور تعین سے ہے۔ حقیقت میں سب کچھ وہی ہے یعنی ہمہ اوست یا ہمہ از اوست، سب کچھ وہی ہے یا سب کچھ اسی سے ہے۔ تب بھی وہی ہے

کجا غیر کو غیر کو نقش غیر سوی اللہ واللہ مافی الوجود

یعنی کہاں غیر ہے یا نقش غیر ہے۔ اللہ اور اس کے وجود کے سوا اور کیا ہے۔ ہمہ اوست یعنی سب کچھ وہی ہے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نیک اور بد ایک ہے، عالم اور جاہل ایک ہے، متقی پرہیزگار صاحب ایمان اور کافر ایک ہے، شہد اور زہر ایک ہے، قطرہ اور سمندر ایک ہے، حقیقت پر نظر ہے تو پانی ہے مگر قطرہ قطرہ اور سمندر سمندر ہے۔ اگر انسانیت پر نظر ہے تو نیک بھی انسان اور بد بھی انسان مگر ظاہر میں نیک نیک ہے اور دوسرا بد بد ہے۔ عالم عالم ہے اور جاہل جاہل، کامل عارف وہی ہے جو حقیقت پر نظر رکھتے ہوئے ہر مرتبہ کو اس کے حق دیتا ہے۔

بر کفے جام شریعت، بر کفے سندان عشق ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

یعنی عارف کامل اور مؤحد حامل کی ایک ہتھیلی پر شریعت کا پیالہ ہے اور دوسرے ہاتھ میں آہرن عشق۔ ہر کسی کے لئے ممکن نہیں ہے کہ عشق کی آہرن سے ٹکرا کر شریعت کا پیالہ نہ ٹوٹے اور ہاتھ سے آہرن عشق بھی نہ چھوٹے۔ دونوں کو ساتھ ساتھ چلاتا ہے اسی کی پیروی شریعت یعنی پابندی اوامر نواہی بھی عشق مصطفیٰ ﷺ سے ہی ہوتی ہے۔ عشق کے بغیر عمل عمل نہیں ہے، صرف رسم ہے یا نقل ہے اور ایمان خالی خولی الفاظ ہیں جس کا کوئی معنی نہیں بلکہ حدیث قدسی کے مطابق ایمان ہے ہی محبت للہ والرسول اللہ ﷺ کہ فرمایا لا ایمان لمن لا محبت لہ یعنی جسے اللہ اور رسول سے محبت نہیں مومن نہیں۔ ایک دوسری حدیث شریف کے مطابق جس کو حضور ﷺ سے محبت نہیں وہ مومن نہیں۔ فرمایا رسول خدا ﷺ نے لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین یعنی تم میں سے

کوئی اس وقت تک مومن نہیں حتیٰ کہ وہ مجھے اپنے والدین سے، اپنی اولاد سے اور دوسرے جہان بھر کے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔ اور یہ واضح امر ہے کہ حضور نبی کریم صاحب لولاک حضرت محمد ﷺ کی محبت، اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اور حضور ﷺ کی اطاعت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے کہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ یعنی جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی بے شک اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

شریعت قانون برائے صحت و سلامتی ہے اگر کوئی اس کی پابندی نہ کرے گا تو بیمار ہوگا اسی طرح جو ٹریفک کے قانون کی خلاف ورزی کریگا تو حادثہ کا شکار ہوگا۔ ایک معاشرہ کے امن اور سلامتی کے لئے جو اقدار ہیں ان کی خلاف ورزی کی جائے گی تو فساد اور بربادی اس معاشرے کا مقدر ہوگی اور طریقت شریعت کی صحیح اور سچی پیروی ہے اور حقیقت اس پیروی کی روح ہے اور جملہ مراتب وجود کی حقیقت ہے اور یہ واحد ہے۔ یہی ہے وحدت الوجود۔ یعنی وجود کی وحدت، یعنی وجود ایک ہے اور اس کے مظاہر کثیر۔ وجود پر نظر کریں تو واحد ہے اور وجود کے مظاہر پر نظر کریں تو کثرت۔ نیک و بد مظاہر میں ہے ورنہ حقیقت میں نہ نیک ہے نہ بد بلکہ صرف وجود ہے، ہمہ اوست یعنی سب کچھ وہی ذات ہے، شریعت میں مراتب ہیں، ایک مرتبہ دوسرے سے اعلیٰ ہے یا ادنیٰ ہے پس معلوم ہوا کہ شریعت میں اور وحدت الوجود میں کوئی خلاف یا ٹکراؤ نہیں ہے شریعت بھی حق ہے اور وحدت بھی حق۔ مثلاً پانی کا قطرہ تالاب اور سمندر، اگر پانی پر نظر کرو تو وہی پانی ہے اور ظاہر پر نظر کرو تو قطرہ قطرہ ہے سمندر سمندر ہے مثلاً مٹی کے برتن، مٹی پر نظر ہو تو سب وہی ہے، ظاہر پر دیکھو تو ایک گلاس ہے صراحی اور پیالہ وغیرہ اور انسانیت پر نظر کرو تو سب انسان ہیں مگر ایک انسان نیک ہے دوسرا بد ایک متقی پرہیزگار ہے دوسرا فاسق فاجر گنہگار، علم سائنس سے مثال لیں، علم کیمیا (کیمسٹری) کے مطابق مرکبات کاربوہائیڈریڈز جن بنیادی اجزاء سے بنتے ہیں وہ سب میں مشترک ہیں یعنی سب کاربن ہائیڈروجن اور نائٹروجن کے کمپاؤنڈ ہیں۔ سب C-H-O ہیں یہ تو حقیقت ہے یعنی سب کمپاؤنڈ

C-H-O ہیں مگر ایک کمپاؤنڈ شہد ہے اور دوسرا کمپاؤنڈ زہر ہے۔ شہد شہد ہے اور زہر زہر ہے ایک زندگی سنوارنے والا، اور قرآن کے مطابق اس میں شفاء ہے اور دوسرا زہر ہے جو زندگی کا قاتل ہے۔ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں یہی ہے شریعت یعنی تمیز حق و باطل، تمیز خیر و شر، تمیز انسان و حیوان، حقیقت پر نظر ہو تو سب حیوان ہیں مگر ایک انسان ہے دوسرا حیوان۔ ایک عالم ہے دوسرا جاہل، ایک مؤمن، متقی پرہیزگار دوسرا کافر مشرک و گنہگار۔ ایک نبی ولی اور ابدال دوسرا بدکردار و عاصی و بدحال مگر ہیں سب انسان و آدم زاد۔ اسی طرح کائنات پر غور کریں تو اس کا ذرہ ذرہ قانون کا پابند ہے، ذرہ ذرہ ایک دوسرے کا عین بھی اور غیر بھی

نظر بر حقیقت ہمہ عین ہست نظر بر تعین ہمہ غیر ہا

نظریہ وحدت الوجود پر اعتراض کرنے والے دو گروہ ہیں۔ ایک جاہل اور دوسرا علماء رسوم۔ ان کے علاوہ ایک تیسرا گروہ بھی ہے جو ہمہ اوست کہہ کر عیاشی اور بے راہروی اور بدمعاشی کا جواز پیدا کر لیتے ہیں اور مذہب کا لیبل یا لباس پہن کر خلق خدا کو گمراہ کرتے ہیں اور مالی دولت کے لئے اپنا ایمان بھی ضائع کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی غرق کرتے ہیں۔ عاملین جادوگر عام مسلمانوں کے جذبہ عقیدت کا استحصال کرتے ہیں یعنی بے جا فائدے اٹھاتے ہیں۔ جھوٹے پیروں اور جعلی فقیروں نے مذہب اور فقر کو بدنام کیا ہوا ہے۔ آئے دن خبروں میں ٹھگی غصب اور اغوا کے واقعات چھپتے رہتے ہیں جسے پڑھ کر عامۃ المسلمین سچوں سے بھی بدظن ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ سچی پیری مریدی زرانور ہے اور سعادت فی الدارین کا سرور ہے اور دنیا اور آخرت میں سرخروئی اور کامیابی کا راز ہے۔ اب تک جو کلام کیا گیا اس سے ثابت ہو گیا ہے کہ وحدت الوجود اور شریعت مطہرہ میں کوئی تصادم یا جھگڑا نہیں ہے۔ وحدت حقیقت ہے اور شریعت اس کا مظاہرہ ہے، جملہ موجودات اسی وجود واحد کے مظاہر ہیں۔

اس ساری تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ وجود واحد ہے اور بلا علت فی نفسہ موجود ہے اور اپنے وجود کے لئے کسی دوسرے کا محتاج نہیں، یہ حق ہے، اس کے برخلاف (باقی صفحہ آخر پر)

گذشتہ سے پیوستہ

استفتاء

(بر کتاب "بایزید انصاری")

مفتی خلیل الرحمٰن قادری گلوزوی

مہتمم و خطیب جامع مسجد حاجی آباد شکر پورہ پشاور۔

"حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سب سے زیادہ شہرت حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے حصہ میں آئی۔ انہوں نے اپنے مرشد گرامی حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں بھی ۲۹ سال تک شب و روز ان کا ساتھ دیا، ان کی طرف سے مخالفین اور بد عقیدہ لوگوں سے مناظرے اور مجادلے کئے، کفار کے خلاف جہاد میں سرگرم حصہ لیا، مرشد گرامی کے وصال کے بعد جس نے اپنے مرشد کے مشن کو آگے بڑھانے کی سب سے زیادہ کوشش کی وہ بھی حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے۔ الی انا قال. حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ متبحر عالم تھے، متقی، تقویٰ کے پیکر تھے۔ دین کے اس درجہ عاشق تھے کہ اپنے فرزند عزیز کو کوہستان میں جہاد میں بھیجا جہاں وہ راہ حق میں شہید ہو گئے"

(حیات پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۶۰)

دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ ایک آتش بیان خطیب، اثر انگیز مقرر و مؤلف اور نہایت سخت گیر محتسب تھے۔ پشتو، فارسی اور عربی میں تقریر کرتے تھے، شعر کہتے تھے اور حاضرین پر چھانے کا وصف رکھتے تھے۔ (حیات پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۱۵۵)

حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے طویل عمر پائی، زیادہ عرصہ یوسف زئی میں رہے اور وہیں زندگی گذاری تاہم آخری دنوں میں پشاور آگئے۔ انہوں نے یہیں وفات پائی، ان کا مزار پشاور شہر

کے مشرق میں ہزار خوانی کے نواح میں مرجع خلائق ہے۔ آج چار سو سال گذر جانے کے بعد بھی پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ سے اہل سرحد کی عقیدت کا سلسلہ بدستور قائم ہے لیکن بایزید انصاری اور اس کے خلفاء کے کوئی ارادتمند کہیں دیکھنے میں نہیں آئے (حیات پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۱۵۳)۔

حضرت العلامہ شیخ القرآن والحدیث سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ حسنیہ یکہ توت پشاور شہر کے سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی زیدہ عمرہ ودام فیضہ نے اپنی کتاب "تذکرہ علماء و مشائخ سرحد" میں تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ ننگرہاری کی ولادت ۹۵۶ھ اور وفات ۱۰۴۸ھ میں ہوئی۔ آپ کا اسم گرامی درویزہ والد کا نام گدا، دادا کا نام سعدی اور لقب رئیس الفضلاء ہے۔ آپ علاقہ ننگرہار ملحقہ کابل کے رہنے والے تھے۔

وضاحت : یہاں حضرت العلامہ موصوف نے لفظ اخون کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ اخون اخوند کا "مرخم" ہے اور یہ تورانی لفظ ہے جس کے معنی تبحر عالم کے ہیں ---الخ۔

حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ علوم متداولہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد معرفت میں کوشاں ہوئے۔ آخر کار آپ کے استاد جناب ملا سنجر صاحب نے آپ کو حضرت شیخ الاسلام والمسلمین جانشین حضرت غوث اعظم قدس سرہ جناب سید علی ترمذی المشہور پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر کیا۔ حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے علم، زہد و ریاضت اور عبادت کا تمام حال عرض کیا اور ساتھ ہی اپنی پریشانی کا بھی تذکرہ کیا۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے متبسمانہ انداز میں فرمایا "شیخ کامل افغانان گشتہ" یعنی افغانوں کے شیخ کامل بن گئے ہو (تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، صفحہ ۷ جلد اول)

اس کے بعد حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد گرامی کی اجازت سے ایک طویل سفر پر روانہ ہوئے یعنی چترال اور کشمیر وغیرہ علاقوں میں تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ جب واپس اپنے شیخ کی خدمت بابرکت میں پہنچے تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے ہر چار سلاسل میں آپ کو ماذون اور معنعن فرمایا یعنی سلسلہ چشتیہ، سہروردیہ، کبرویہ اور شطاریہ میں آپ مسند آرائے شریعت و حقیقت ہو کر علم ظاہری و باطنی کی اشاعت میں مصروف ہو گئے۔

حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کا دور رفض و بدعت اور الحاد و زندقہ کا دور تھا۔ شیخ الاسلام

والمسلمین حضرت پیر بابا کے زیر سایہ آپ نے بھی سر دھڑ کی بازی لگا کر اس الحاد و زندقہ کا خوب مقابلہ کیا۔ (تذکرہ علماء و مشائخ سرحد جلد اول صفحہ ۲۹)

حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ ایک مرد حق گو اور مرد خدا کی طرح اپنی جان خطرہ میں ڈال کر اپنے شیخ کے ارشاد پر عمل پیرا رہے اور ان منکرین کے خلاف جہاد بالقلم اور باللسان آخری دم تک جاری رکھا (تذکرہ علماء و مشائخ سرحد جلد اول صفحہ ۳۰)

اس وقت جن گمراہوں کے خلاف آپ نے قدم اٹھایا اور بحث و مناظرے کئے ان میں مشہور ترین پیر پہلوان، بابا قلندر رافضی، پیر طیب غلجی، پیر ولی بڑیچی، کریم داد الحد، ملا رکن الدین، شیخ حسن تیراہی، خواجہ خضر افغانی، حاجی محمد، حاجی عمر غوری خیل، شیخ قاسم غوری خیل، بایزید انصاری، پیر قاسم، یہ تمام خود ساختہ جعلی پیر نہایت بد عقیدہ اور صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے ملحد تھے۔

(تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، جلد اول صفحہ ۳۱)

حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت کتابیں لکھیں جو غالباً بیس ہیں ان میں پانچ چھپ چکی ہیں تذکرۃ الابرار والاشرار، ارشاد المریدین، ارشاد الطالبین، مخزن اسلام (پشتو)، شرح قصیدہ امالی، اور غالباً شرح اسماء الحسنٰی بھی چھپی ہے۔

آپ جامع علوم ظاہر و باطن تھے اور اپنی ولایت کے جمال کو درس و تدریس اور تعلیم و ملائی میں پوشیدہ رکھتے تھے اور زنادقہ، ملاحدہ اور رفضہ کے شر کو دفع کرنے میں بہت زیادہ کوشاں رہتے، جب بھی سنتے کہ فلاں جگہ میں رافضی یا ملحد ہے فوراً وہاں پہنچتے اور اس کے ساتھ مناظرہ مقابلہ کرتے۔ آپ بہت زیادہ صاحب کرامات تھے لیکن ظاہر نہ فرماتے تھے پھر بھی آپ کی ایک زندہ کرامت یہ ہے کہ اس وقت تک آپ کے مزار کے احاطہ میں کوئی عورت داخل نہیں ہو سکتی بلکہ باہر سے کھڑے ہو کر عورتیں فاتحہ پڑھتی ہیں اور یہ کرامت بھی آپ کی مشہور ہے جو بچہ غبی یا کند ذہن ہو یا جس حافظ قرآن کو قرآن حفظ نہ ہوتا ہو وہ آپ کے مزار اقدس پر جا کر تین یا پانچ یا سات جمعرات قرآن پڑھے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی زبان رواں ہو جاتی ہے۔ آپ کی وفات ۱۰۴۸ھ میں ہوئی اور آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالکریم شہید کی وفات ۱۰۷۲ھ میں

ہوئی۔ ان کا مزار اقدس کانجو سوات میں ہے (تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، جلد اول، صفحہ ۳۸)

علامہ عالم فقری نے اپنی کتاب میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت سید علی ترمذی معروف پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ مشہور ہیں۔ (تذکرہ اولیاء پاکستان صفحہ ۳۹۱)

زبدۃ المؤرخین حضرت علامہ قاضی مفتی غلام سرور لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "خزینۃ الاصفیاء" میں تحریر فرماتے ہیں

"مولانا درویزہ پشاوری چشتی قدس سرہ مرید و خلیفہ میر سید علی غواص است، جامع علوم ظاہر و باطن بود، جمال ولایت خود در پردہ تدریس و تعلیم و ملائی پوشیدہ میداشت و در دفع زنادقہ و ملاحدہ و رفضہ بسیاری کوشید و ہر جا کہ ملحدی یا رافضی شنیدے نزد او رسیدے و با او مذاکرہ کردے و او را ملزم ساختے خصوصاً با عیسٰی بلوتی بسیار مذاکرہ و بایزید ملحد خود را پیر روشن نام نہادہ بود با او مذاکرہ کردے و او را بنام تاریکی یاد فرمودے۔ الخ (خزینۃ الاصفیاء جلد ا صفحہ ۱۷۴)

ترجمہ: یعنی مولانا درویزہ رحمۃ اللہ علیہ چشتی قدس سرہ حضرت سید علی غواص ترمذی کے مرید اور خلیفہ تھے، جامع علوم ظاہر و باطن تھے، اپنی ولایت اور کرامات کو درس و تدریس اور تعلیم و ملائی کے پردہ میں پوشیدہ رکھتے تھے۔ زندیقوں، ملحدوں، رافضیوں کو دفع کرنے میں بہت زیادہ کوشاں رہتے تھے۔ جب سنتے کہ فلاں جگہ میں کوئی ملحد یا رافضی ہے تو جلدی سے وہاں پہنچ جایا کرتے اور اس کے ساتھ مناظرہ مباحثہ کرتے یہاں تک کہ اس کو ملامت ہوتی اور شکست سے دوچار ہوتے۔ حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے خاص کر عیسٰی بلوتی ملحد کے ساتھ بہت مناظرہ کیا اور بایزید ملحد کے ساتھ جو خود کو پیر روشن کہلواتا تھا اور وہ "پیر تاریک" کے نام سے پکارا جاتا تھا اس کے ساتھ بھی بہت مناظرہ مقابلہ کیا۔ (خزینۃ الاصفیاء از مفتی غلام سرور صاحب مرحوم جلد اول صفحہ ۱۷۴)

حضرت علامہ مولانا عبدالحلیم اثر افغانی اپنی کتاب "روحانی تڑون" (پشتو) میں حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کو پوری تفصیل سے بیان فرماتے ہیں جس کا ترجمہ ہم اردو میں کرتے ہیں۔

"حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: ۹۴۰ھ وفات: ۱۰۴۹ھ

حضرت مولانا شیخ المشائخ قدوۃ العلماء الراسخین، زبدۃ الاولیاء الکاملین شیخ عبداللہ المعروف بہ اللہ داد اور ملقب بہ اخون درویزہ ننگرہاری ؒ ایک مشہور دینی عالم اور روحانی پیشوا تھے" (روحانی ترون صفحہ ۵۱۱)

حضرت اخون درویزہ ؒ مشہور بزرگ، رہبر شریعت، پیر طریقت حضرت شیخ الاسلام والمسلمین، قدوۃ الاولیاء الکاملین، قطب الوجود و غوث العالم، غواص بحر الاسرار و الرموز والمعانی السید العلی الترمذی الحسینی المعروف پیربابا ؒ کے مرید تھے۔ آپ نے بوسیلہ ملازنگی ؒ حضرت پیربابا سے بیعت فرمائی تھی۔ بعد میں حضرت پیربابا ؒ نے حضرت اخون درویزہ ؒ کو چاروں سلاسل یعنی سلسلہ عالیہ قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ اور کبرویہ میں خلافت و اجازت عطا فرمائی۔ (روحانی ترون صفحہ ۱۱۳)

حضرت اخوند درویزہ ؒ نے اپنی طویل عمر میں علمی، ادبی، تاریخی، مذہبی اور تبلیغی کارنامے انجام تک پہنچائے تھے۔ اسی وجہ سے بعد میں آنے والے ادیبوں، شاعروں، عالموں نے ان کو ان الفاظ سے یعنی بحیثیت عالم، ادیب، مورخ، صوفی، واعظ، مناظر، مبلغ اسلام، مصنف کے ساتھ اپنی عقید تمندی کا اظہار فرمایا اور بہت سے علماء، بزرگوں نے اپنی عقیدت کا اظہار ان الفاظ سے فرمایا یعنی حضرت اخون درویزہ ؒ کی ذات بابرکات دین اسلام کا چراغ، مذہب اسلام کی روشنی، حق گو، فاضل عالم اہل ہو اور اہل بدعت کے مقابلے میں ایمان و اسلام کے بڑے مدافع۔ قطب المحنۃ، رکن السنۃ، منبر الانوار، شیخ شیوخ الطریقۃ امور شریعت کا علامہ، قبلۃ الابرار و نقطۃ الاحرار، وحدت کے جذبات کا مجذوب، الشیخ الفاضل والولی الکامل۔

یہ ہے وہ ذات بابرکات حضرت اخون درویزہ ؒ کی جن کے ساتھ اپنی عقیدت کا اظہار بعد میں آنے والے علماء کرام و مشائخ عظام نے مندرجہ بالا القابات کے ساتھ فرمایا اور ان کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ ذالک فضل اللہ

نوٹ: ان تمام مذکورہ بالا حوالہ جات سے حضرت اخون درویزہ ؒ کا مرتبہ و مقام بخوبی آشکارا ہوا کہ وہ کون تھے اور کیا تھے۔ قارئین حضرات مذکورہ بالا حوالہ جات پر انصاف سے غور فرماویں۔

حضرت اخون درویزہ ؒ کے زمانہ میں بکثرت ملحد بد عقیدہ گمراہ جعلی اور خود ساختہ پیر تھے

جو لوگوں کو صراط مستقیم سے بھٹکانے میں مصروف تھے اور عقائد اہل سنت والجماعت سے منحرف تھے۔ حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیرومرشد حضرت شیخ المشائخ علی غواص ترمذی معروف بہ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت اور حکم سے ان تمام گمراہوں کے ساتھ مقابلے کئے اور ہر ایک گمراہ کو شکست فاش دی اور ان کا قلع قمع کر دیا لیکن سے زیادہ مقابلے مناظرے آپ نے ان تمام ملحدین کے سرغنہ پیر روشان معروف بہ پیر تاریکی کے ساتھ کئے جو بہت بڑا گمراہ اور ملحد دائرہ اسلام سے خارج تھا۔ حضرت اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "تذکرۃ الابرار والاشرار" میں فرماتے ہیں کہ اگر اس دور میں ان بے دینوں اور ملحدین کا مقابلہ نہ کیا جاتا اور ان کا قلع قمع نہ ہوتا تو آج صوبہ سرحد میں ایک بھی مسلمان نظر نہ آتا۔ حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ حق پر تھے اور ان کی تمام کوششیں اور کاوشیں دین مقدس اسلام کی سربلندی اور اشاعت اسلام کے لئے تھیں لیکن پھر بھی بعض لوگ حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں اور ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے پیر روشان کے ساتھ مقابلہ نہ کیا ہوتا تو پیر روشان پختونوں کی ایک بڑی خود مختار مملکت بنانے میں کامیاب ہو جاتے اور یہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس وقت پیر روشان مغلوں کے خلاف جدوجہد میں مصروف تھے اور نہایت سرگرمی سے مغلوں کے خلاف کام کرتے تھے لیکن اس کا پس منظر کچھ اور تھا جس کے لئے "روحانی تڑون" کا مطالعہ ضروری ہے۔ بہرحال اس ناقابل تسلیم اور بھونڈی وجہ سے بعض لوگ حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں نامناسب گستاخانہ الفاظ استعمال کرتے ہیں اور ان پر بے جا بے بنیاد الزام تراشی اور بہتان سے بھی گریز نہیں کرتے۔ یہ لوگ اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے مناظرے پیر روشن المعروف پیر تاریکی کے ساتھ آپ اپنے مفاد یا عزت و ناموس کے لئے نہ تھے بلکہ وہ جو اتنی صعوبتیں اٹھا کر بے دینوں، ملحدوں، زندیقوں، جعلی پیروں، علماء سوء کے ساتھ مناظرے کیا کرتے تھے تو صرف اور صرف رضاء الٰہی اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کرتے تھے اور اپنے آپ کو فریضہ تبلیغ کی بجا آوری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے۔ (روحانی تڑوان، علامہ عبدالحلیم اثر، صفحہ ۵۳۸)

بہرحال حق پرستوں کے مخالفین دنیا میں ہوا کرتے ہیں۔ قرآن کریم کے دیکھنے سے پتہ چلتا

ہے کہ یہ سلسلہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے جاری ہے۔ ہر زمانے میں جو بھی نیک صالح ولی بزرگ دین اسلام کی خدمت کرتا ہے اور لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف بلاتا ہے بہت سے گمراہ جہلاء اس کے مخالف بن جاتے ہیں اور اس کے ساتھ بغض و حسد کینہ عناد کرنے لگتے ہیں۔ اسی طرح حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے بھی اس دور میں معاندین مخالفین موجود تھے جو ان کے مساعی جمیلہ کو اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے اور ان کی مخالفت پر ہر وقت کمر بستہ رہتے تھے۔ لیکن تعجب کا بھی مقام ہے اور افسوس کا بھی جبکہ آج چار سو سال بعد شیر افضل خان بریکوٹی سواتی نے ایک کتاب بنام "بایزید انصاری پیر روشان" لکھی ہے، کتاب کیا ہے بکواس اور خرافات کا مجموعہ ہے۔ کتاب میں مؤلف نے اپنی تصویر بھی چھاپی ہے مؤلف نے مذکورہ کتاب میں جو اپنی تصویر چھاپی ہے مکمل طور وضع قطع اور لباس وغیرہ انگریزوں کا سا ہے۔ مؤلف کے ساتھ ایک انگریز کھڑا ہے جس کو مؤلف اپنی مذکورہ کتاب تحفتاً دے رہا ہے۔ شرعی نقطہ نگاہ سے تصویر اتروانا اشد ناجائز اور حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ جو تصویر نکالے گا خداوند کریم قیامت کے دن اس سے کہے گا کہ اس کو زندہ کرو۔ (مشکوٰۃ شریف)

کفار کا لباس ایک سنی صحیح العقیدہ مسلمان کے لئے پہننا شرعاً ناجائز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

من تشبهه بقوم فهو منهم ---- الحديث.

سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر یہ کتاب حق پر مبنی ہے تو پھر تو شیر افضل خان بریکوٹی کو چاہئے تھا کہ کتاب کسی عالم دین کو دیتا نہ کہ انگریز کو اس سے معلوم ہوا کہ دال میں ضرور کچھ کالا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مسلمانان سرحد حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک جید عالم ظاہری و باطنی علوم کا سمجھتے ہیں انہیں پیشوا اور مقتدا مانتے ہیں اور انہیں ایک ولی کامل جانتے ہیں انہیں ایک غازی مجاہد، مبلغ اسلام، پیر طریقت، رہبر شریعت کے طور پہنچانتے ہیں۔ ایسے شخص کے خلاف اگر شیر افضل خان بریکوٹی نے ہرزہ سرائی اور غلط بیانی کر کے کتاب لکھی ہے تو ظاہر ہے کہ اس کتاب کو اگر انگریز تحفہ میں قبول نہ کرے گا تو کون کرے گا؟ اس کتاب کے لکھنے کا مقصد ہی اپنے انگریز آقاؤں کو خوش کرنا تھا لیکن اس طرف شیر افضل خان نے نہ دیکھا اور نہ سوچا کہ اس نے غضب الٰہی کو

دعوت دی۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکاں زند

یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ جب کسی کو ذلیل کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو نیک پاک صلحاء لوگوں کی برائی کرنے کی طرف مائل کر دیتا ہے۔

حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مانند دیگر اولیاء کرام بزرگان دین تو وہ ہستیاں ہیں جن کے بارے رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا ہے

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیهم و لا هم یحزنون -- الآیہ

یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے لئے کوئی خوف نہیں دنیا میں اور آخرت میں ان حضرات کے لئے کوئی غم نہیں۔ یہ ہے مقام اللہ کے دوستوں کا جسے ہم اولیاء کہتے ہیں اور حدیث قدسی ہے

فکنت سمعة الذی یسمع به -- الخ -- (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۸۹)

یعنی میں اپنے ولی کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے میں اپنے ولی کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اپنے ولی کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر میرا ولی مجھ سے کچھ مانگے تو میں ضرور اسے دیتا ہوں۔

یہ ہے مقام اللہ تعالیٰ کے دوستوں کا لیکن شیر افضل خان بریکوٹی کو یہ مقام اولیاء اللہ کا کہاں نظر آیا بہر حال شیر افضل خان بریکوٹی کو مقام اولیاء نظر آنے یا نہ آنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا

ما ضر شمس الضحیٰ فی الافق طالعة ان لا یریٰ ضوءها من لیس ذا بصر

یعنی جب سورج افق آسمان پر طلوع ہو جاتا ہے تو اندھے کے نہ دیکھنے سے اس کی روشنی میں کوئی نقصان واقع نہیں ہوتا۔ اب یہ اندھا اگر سورج کی عیب جوئی کرے تو تعجب کی بات اور مقام غور ضرور ہے یہی کچھ حال ہے شیر افضل خان بریکوٹی صاحب کا ہے اور قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اولئک کالانعام بل هم اضل یعنی ایسے لوگ جانوروں سے بھی گئے گذرے ہیں جنہیں حق سوجھتا ہی نہیں۔ اس لئے تو حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں فرمایا ہے

جملہ عالم ایں سبب گمراہ شد کم کسے ز ابدال حق آگاہ شد

یعنی اس وجہ سے پورا عالم گمراہ ہو گیا کیونکہ بہت کم لوگ اللہ تعالیٰ کے ابدال (اولیاء) سے آگاہ ہوئے

نوٹ: یقیناً شیر افضل خان انہیں لوگوں میں شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے مراتب اور مقامات سے بے خبر ہیں۔ مولانا رومی فرماتے ہیں

اشقیاں را دیدہ بینا نبود نیک و بد در دیدہ شاں یکساں نمود

یعنی ان بدبختوں کی دیکھنے والی آنکھ نہ تھی۔ اچھا اور برا ان بدبختوں کی آنکھوں میں یکساں نظر آیا مجھے مولانا کی بات سے اتفاق اس لئے ہے کہ میں نے شیر افضل خان بریکوٹی کی تصویر کو جب دیکھا تو مجھے اس میں نیک بختی کے کوئی آثار نظر نہیں آئے بلکہ نصاریٰ یعنی بدبختی کے آثار ضرور نظر آئے۔ ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ کی شان میں گستاخی کرنا، انہیں اذیت پہنچانا، ان کے ساتھ عناد رکھنا یہ سب وہ حرکات ہیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ متعلقہ شخص پر غضبناک ہوتا ہے۔

من عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب ---الحدیث (تفسیر روح البیان جلد ۷)

یعنی جس نے میرے ولی کو اذیت پہنچائی وہ میرے ساتھ لڑنے کو تیار ہو جائے۔

کیا شیر افضل خان صاحب اللہ تعالیٰ سے لڑنے کی طاقت رکھتا ہے۔ حاشا ہرگز نہیں تو پھر توبہ تائب ہو کر بارگاہ رب العزت میں رجوع کرے اور اپنی کتاب "بایزید انصاری" کے رد میں "پیر تاریکی" کے نام سے ایک کتاب لکھ کر شائع کرے اور اقرار کرے کہ مجھ سے غلطی ہو گئی تھی۔ حقیقت میں حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے ولی اور دوست تھے اور وہ حق پر تھے فالحق احق ان یتبع پس حق ہی تابعداری کے لائق ہے اور اگر توبہ نہیں کرے گا تو پھر خسر الدنیا والآخرہ اپنی دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ کر چکا ہے۔

بہر حال شیر افضل خان بریکوٹی کی کتاب "بایزید انصاری" کے رد میں ایک کتاب بنام "اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ" جناب علامہ میاں ظاہر شاہ قادری (مدین) سوات نے تالیف فرمائی ہے جو نہایت

مفید اور مدلل ہے اور امید کرتا ہوں کہ شیر افضل بریکوٹی کی کتاب "بایزید انصاری" کے لئے صاعقہ آسمانی ثابت ہوگی جس طرح بایزید انصاری (پیر تاریکی) کا نام ونشان باقی نہیں اور نہ اس کا نام لیوا کوئی ہے اسی طرح شیر افضل خان بریکوٹی کی کتاب "بایزید انصاری" کا بھی نام ونشان باقی نہ رہے گا۔ میں نے میاں ظاہر شاہ صاحب قادری کی کتاب کا مطالعہ کیا، نہایت مفید ہے کماحقہ میاں صاحب نے حضرت اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقام ارفع کو اجاگر کیا اور ان کی دینی خدمات کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا اور ثابت کیا کہ حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ صدقی صدحق پر تھے اور وہ علوم ظاہری اور باطنی کے جامع تھے اور کامل ولی اللہ، صاحب خوارق وکرامات تھے ان کی ایک زندہ کرامت یہ ہے کہ آج بھی ان کے مزار اقدس کے احاطہ میں مستورات داخل نہیں ہو سکتیں، یہ ہے مقام حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کا۔

(ختم شد)

بقیہ: وحدت الوجود اور شریعت مطہرہ

خلق اپنے وجود کے لئے خدا کی محتاج ہے۔ موجود بالغیر ہے جو حکم عدم میں آتا ہے پس صرف اللہ تعالیٰ ہی موجود ہے باقی سب عدم یعنی لاشے ہے۔ وجود ایک ہے اور اس کے مظاہر یعنی مراتب بہت ہیں اور شریعت مطہرہ کا تعلق مراتب وجود سے ہے اور ہر مرتبہ کو اس کا حق دینا ہے۔

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

یعنی ہر مرتبہ کی حقیقت وہی ذات حق تعالیٰ ہے مگر ایک مرتبہ کو دوسرے مرتبہ سے تمیز کرنا اور اس کا حق دینا عین معرفت اور حفظ مراتب ہے ورنہ زندقہ اور الحاد ہے یعنی بے دینی، کفر اور گمراہی ہے۔ العیاذ باللہ۔